سیرت

حضرت صاحبزادہ
صاحب
محبوبِ عالم آوانی رح

سجادہ نشین آستانہ عالیہ آوان شریف (گجرات)

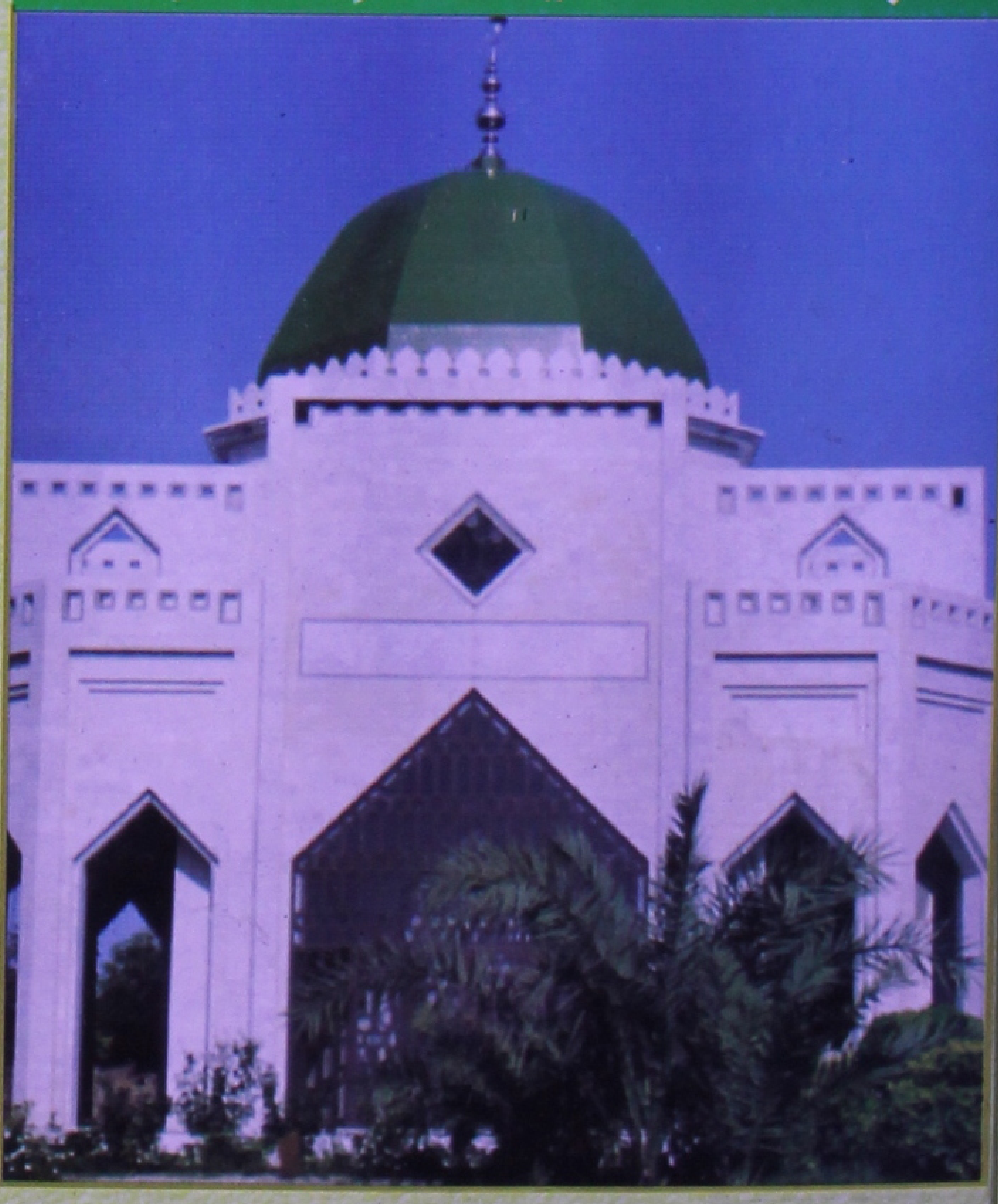

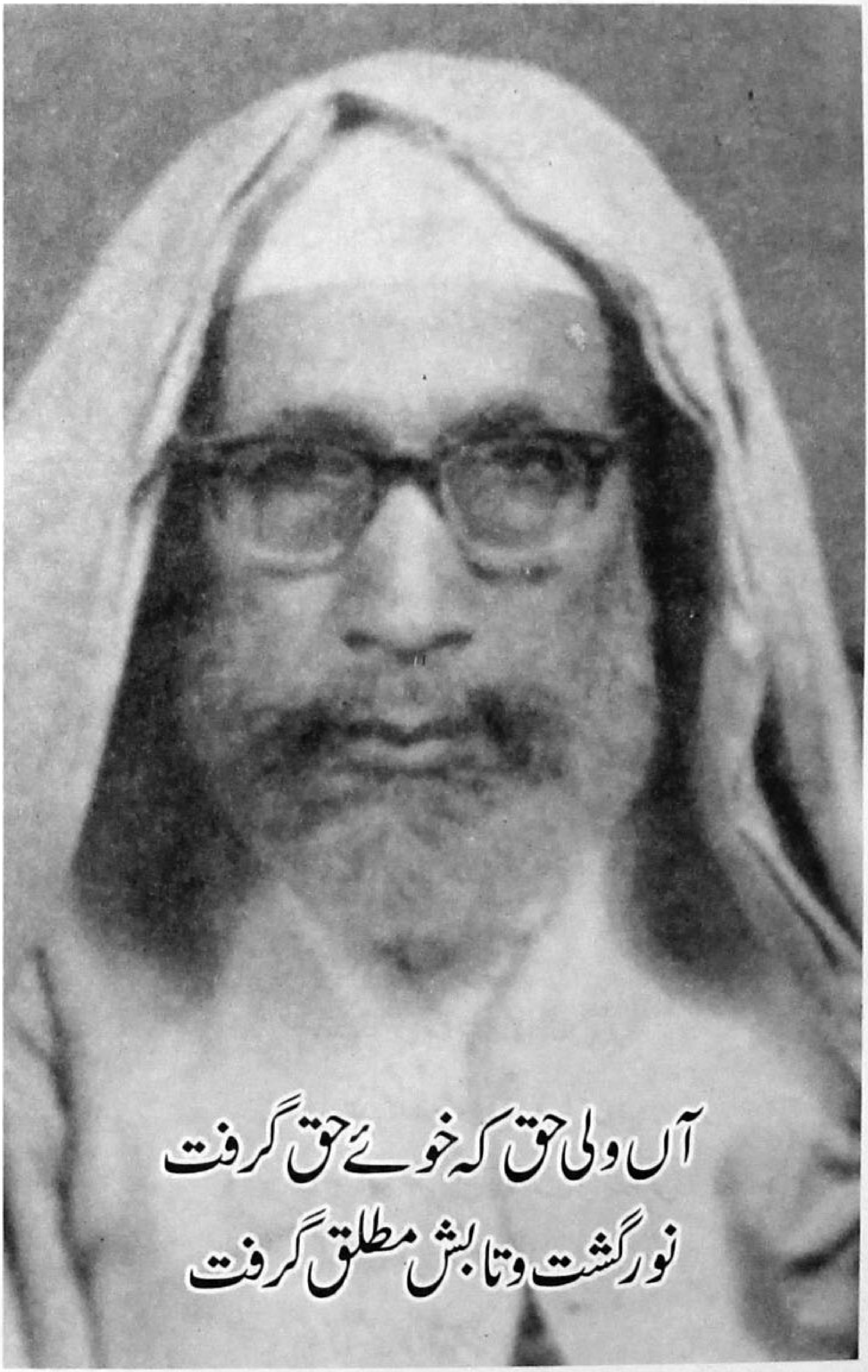

Marfat.com

فہرست عنوانات

باب	عنوانات	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	الف
اوّل	**تعارف**	۲
دوئم	**حالاتِ زندگی**	۱۱
	پیدائش	۱۲
	پرورش	۱۲
	طالب علمی کا دور	۱۸
	سفرِ لاہور	۲۰
	شادی	۲۴
	والد محترم کی وفات	۲۶
	ذمہ داری کا دور	۲۷
	حضرت قاضی صاحب کا انتقال	۳۲
	گجرات مہمدہ غربی میں رہائش	۳۵
	صاحبزادہ مظہر الحق صاحب کی پیدائش	۳۶
	بہاولپور اور بہاولنگر کا سفر	۴۰
	گدی نشینی کا مقدمہ	۴۱
	گجرات واپسی	۴۸

Marfat.com

مظہر الحق صاحب کی شادی ۴۹
بچے کی پیدائش ۵۳
والدہ حضرت مظہر الحق کی وفات ۵۴
بچے کی پیدائش ۵۵
پاکستان کا قیام اور گجرات میں رہائش ۵۶
قیام گجرات اور مصروفیات ۵۸
قاضی صاحبؒ کے عرس کی بندش ۶۲
وقف زمین کی ضبطی ۶۳
حج بیت الحرام ۶۶
حج سے واپسی ۷۱
متواتر بیماری ۷۲
سفر آخرت کی تیاری ۷۳
فصل سوئم معمولات ۷۸
لباس ۷۹
خوراک ۸۰
گفتار ۸۱
عجز وانکسار ۸۵
کفایت شعاری ۹۱

Marfat.com

	صبر و توکل	۹۳
	ضبط و تحمل	۱۰۰
	وفا	۱۰۴
	حسن معاشرت	۱۱۰
	روحانی فیض	۱۱۶
	کرامات و خوارق	۱۳۶
چہارم	**فصل عبادات**	**۱۴۲**
	باوضو رہنا	۱۴۳
	رات کا جاگنا	۱۴۴
	حج بیت اللہ	۱۴۷
	انفاق فی سبیل اللہ	۱۴۹
	قرآن فہمی	۱۵۲
	محبت سرور دو عالم	۱۵۷
پنجم	**شعری ذوق**	**۱۶۴**
ششم	**مکتوبات**	**۱۷۶**

Marfat.com

پیش لفظ

عرصہ پینتالیس سال سے مثنوی مولنا رومؒ کی شاگردی حاصل ہے آپ کا کلام و بیان نہایت موثر و کارگر ہے آپ کے کلام میں حکایت کے ابتدا میں ہی اسرار و معارف کے خزانے کھل جاتے ہیں واقعات کو مجازی رنگ مل جاتا ہے اور حقائق کی روشنی قلب و نظر کو منور کرنا شروع کر دیتی ہے بقولِ شاعر

رمز حقیقی دسدا چلّیں پردہ پا مجازی

کتاب زیرِ نظر میں حضرت مولنا رومؒ کا کلام پڑھنے کو ملے گا اور یہ میرا اضطرار ہے یہ اندازِ بیان نسبت میں تو مثنوی مولنا روم کے مشابہ ہے مگر فرق بہت ہے

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ترجمہ: کہاں یہ اندازِ بیان اور کہاں مولنا رومؒ کا کلام و بیان۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی زندگی کے مکمل واقعات نہیں لکھے کچھ دانستہ طور پر اور کچھ نادانستہ، عین ممکن ہے قاری حضرات میں کوئی صاحبِ عرفان یہ کمی پوری کر دے۔ **(جزاہ اللہ خیرا)**

خصوصاً آپ کے اخلاقِ حسنہ کے تذکرہ میں وسعت پیدا ہوگئی ہے جس میں اِکابرین کا تذکرہ بھی آگیا ہے مقصود اوصاف حمیدہ کی وضاحت ہے خاندانی حالات یا کاروباری مشاغل کو خود جان کر لپیٹ دیا ہے ان کی افادیت معلوماتی ہوسکتی ہے مگر ایسا کرنے میں گھر کے حالات کا تذکرہ تقریباً شادی بیاہ کے معاملات طبیعت پر گراں تھے عرصہ دس سال متواتر محفل میں صبح و شام بلکہ شام و عشاء حاضری نصیب رہی اس عرصہ

Marfat.com

میں حضرتؒ کی توجہ سے کتب خانہ کی خدمت سے مشرف ہوتا رہا۔ اکثر کتابوں کا حوالہ کے طور پر مطالعہ بھی کرتا رہا کیونکہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ مسائل کا حل قیاس و استنباط سے بعد میں کرتے پہلے اصل عبارات وحوالہ جات کا مطالعہ فرماتے اس دور میں اگرچہ استعداد کی کمی رہی مگر نوازشات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ پھر بیس سال حضرتؒ کے حضور سے طلبِ رزق نے دور کر دیا، منڈی بوریوالہ ڈگری کالج میں بطور لیکچرر چلا گیا۔

حضرتؒ کی نوازشات نے ہمیشہ دامن گیری کی اور آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ کتب بینی کا شوق بہت بڑھ گیا، چنانچہ حاضری کے وقت روحانی نوازشات سے نوازا جاتا رہا۔ مطالعہ کے نشانات بھی پیشِ خدمت رکھ دیے جاتے۔ چونکہ مزاج مبارک سنجیدگی، احتیاط اور ضبطِ اسرار ورموز کا عادی تھا اس لیے کھل کر بات نہ کرتے، ہاں اپنا دل محسوس کرتا کہ حضرتؒ میری باتوں کو پسند فرماتے ہیں۔

اب امید کرتا ہوں میری یہ حشویات بھی وہ دامنِ عفو درگزر میں رکھ لیں گے اور حسبِ معمول میری خطاؤں کو معاف فرما کر میری اس ناقص کوشش کو شرفِ قبولیّت سے نوازیں گے۔ رحمت و رضوان حق در ہر زماں

باد بر جانِ و روانِ پاک شاں (مولٰنا روم)

قاضی حبیب الرحمان نوشہرہ خواجگاں ضلع گجرات

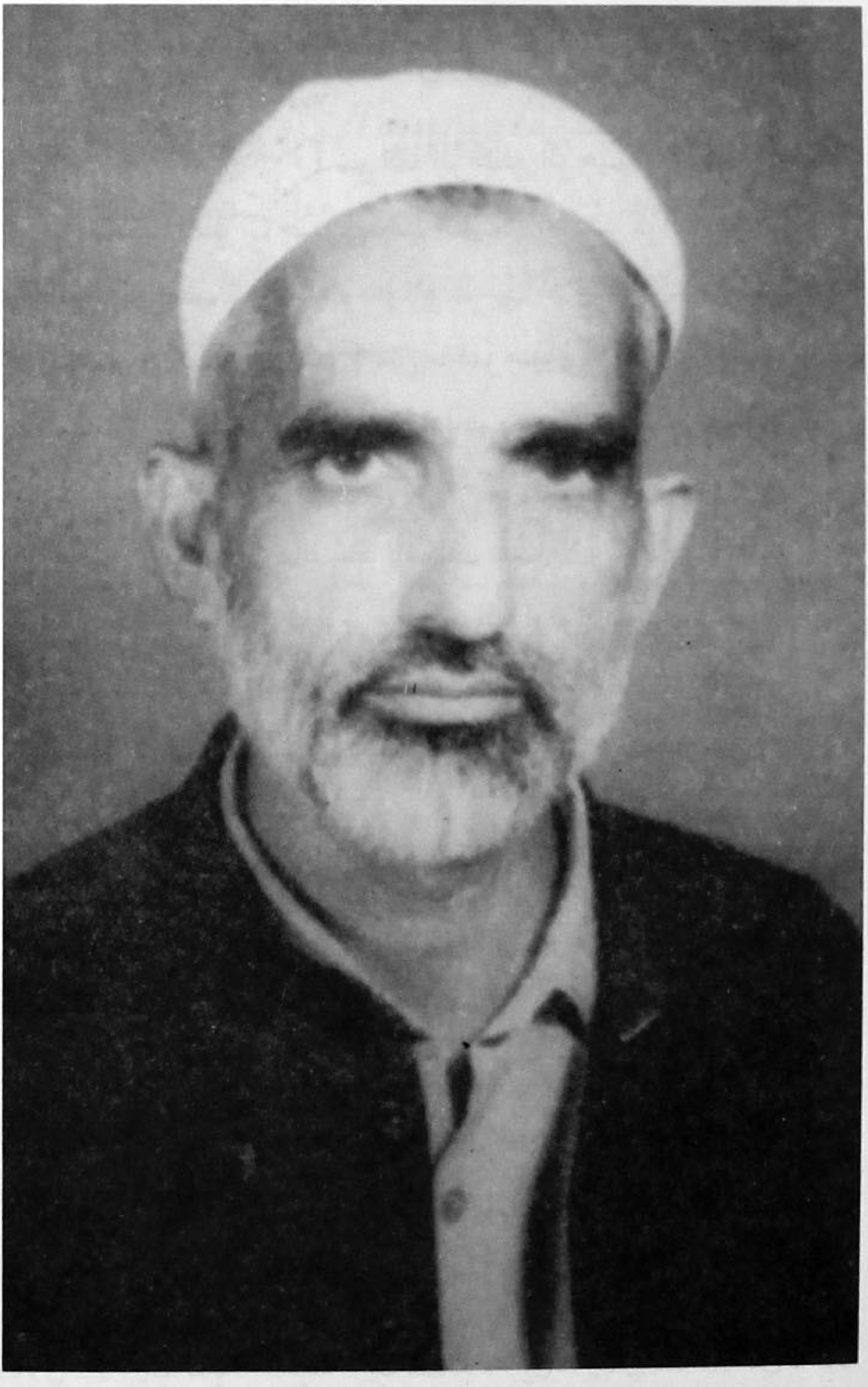

Marfat.com

باب اول　　تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ. نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ اِیَّاھُمْ، وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ. وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ لَانُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا، وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْکَانَ ذَا قُرْبٰی، وَبِعَھْدِ اللّٰہِ اَوْفُوْا، ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۰

(سورۃ انعام ۱۵۱-۱۵۳)

ترجمہ: اے نبی ﷺ ان سے کہو آؤ میں تمہیں سناؤں، تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ سنِ رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے

Marfat.com

ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ رشتہ داری ہی کا کیوں نہ ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں دی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچ جاؤ۔

ان ہی مبارک آیات کی وضاحت آگے دل نواز انداز میں ہوتی ہے۔

نَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥ (سورۃ انعام: ۱۵۹-۱۶۳)

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئیگا اس کیلئے دس گنا اجر ہے اور جو بدی لے کر آئیگا اسے اتنا ہی بدلہ دیا جائیگا جتنا اس نے قصور کیا ہے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائیگا۔ اے نبی ﷺ کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے، بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے تھا کہو میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

Marfat.com

سیرت و کردار کی تعمیر میں اولیاء اللہ پوری زندگی صرف کر دیتے ہیں انکے سامنے سیرتِ سرورِ دو عالم ﷺ کا نمونہ ہوتا ہے اسی کو دیکھ کر تعمیر خویش میں جت جاتے ہیں اور یہی ان کا مقصودِ حیات ہوتا ہے۔

آیات مذکورہ میں اہل عالم کیلئے واضح ہدایات ہیں جن میں عقل، تذکر اور تقویٰ کی منازل متعین کر دی گئی ہیں۔ آخری منزل تقویٰ ہے جس سے ذرا پہلے منزل کی عظمت کے پیش نظر "اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَاتَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" کے الفاظ فرما دیے، بے شک میرا راستہ ہے اس میں کہیں بھی بے راہ روی کا تصور نہیں اسی پر چلتے رہو۔ دوسروں کے راستوں سے بچنا۔ خبردار تم بکھر جاؤ گے اور جو بکھر کر بچھڑ گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

یہ آیات اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے بعد والدین اور اولاد کے حقوق کا تذکرہ ہے۔ ہر قسم کی برائی سے بچنے مال و دولت کے حصول کیلئے پسندیدہ طریقے اور قول و عمل کی پختگی کا ذکر ہے۔ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے بیان ہو رہا ہے اور ماننے والوں کو ی متکلم لگا کر (صراطی) راغب بلکہ شدت سے منسلک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسی جادۂ مستقیم پر اولیائے کرام نے اپنی زندگیاں لگا دیں۔ شب و روز کے ہر معمول کو اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کا عمل جاری رکھا۔ جس قدر بلندی نصیب ہوئی اسی قدر ان کے معمول میں حقانیت پیدا ہوتی گئی۔ اسوۂ حسنہ پر قیام اور لمحہ بھر کی غفلت سے گریز کا نام استقامت رکھا گیا۔ (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا)

Marfat.com

حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی کرامت اور استقامت میں فرق بیان کرتے ہیں۔ تیرے رب کو تیری کرامت کی ضرورت نہیں، نہ وہ اس کا طالب ہے ہاں تجھ سے استقامت چاہتا ہے۔ استقامت والوں کو وفائے عہد کا بار بار درس دیا جاتا ہے تاکہ پائے استقامت میں لغزش نہ آئے۔

بہ آں گروہے کز ساغر وفا مست اند

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

ترجمہ: اس جماعت کو جنہیں وفا کے جام نے مست کر دیا جہاں کہیں ہوں میرا اسلام پہنچادو۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ، صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًاo

ترجمہ: بعض اہل ایمان ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عہد پر پورے رہے۔ ان میں سے بعض موت کی آغوش میں چلے گئے اور بعض کو انتظار ہے۔ اور کوئی تبدیلی ان میں واقع نہیں ہوئی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ وفاداران رسول ﷺ کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔

بلکہ یہ کہنا صداقت سے پر ہوگا کہ۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُوْلٰئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَo (سورة حشر)

Marfat.com

ترجمہ: ان محتاج مہاجرین کیلئے جو اپنے گھروں اور اپنی املاک سے نکالے گئے ہیں اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہوئے یہی لوگ راستباز ہیں۔

کی صف میں سب سے پہلے آنے والے ہیں ان کا تذکرہ مردہ دلوں کو حیات ابدی بخش دیتا ہے۔ مدینہ منورہ میں پہلے معلم آپ ہی بنا کر بھیجے گئے۔ خوش لباس، خوبصورت بلکہ گل رعنا کی طرح جاذبِ قلب ونظر، پھر کیا ہوا؟ ٹاٹ کا لباس، جا بجا پیوند لگا کر پہنا کرتے۔ اس قدر طبیعت ومزاج فیوض نبویؐ میں بے نشان ہو گئے کہ

نقش آدم لیک معنی جبرائیل

فارغ از خشم و ھوا ئو قال و قیل

ترجمہ: نقش آدم کا رہ گیا مگر حقیقت حضرت جبرائیل بن گئی۔ غصہ لالچ بے معنی گفتگو سے طبیعت کلی طور پر فارغ ہوگئی۔

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کے علم بردار ہیں۔ شہادت سے لازوال زندگی پا لیتے ہیں۔ جب ان پر شہادت کے بعد نظرِ رحمت للعالمین ﷺ پڑتی ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔

هذا من الذين قال الله تعالىٰ فيهم "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ".

ترجمہ: مصعبؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی صداقتِ عہد کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

علامہ اقبالؒ کا شعر اسی طرف گامزن کرنے کا فرض ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

بہ مصطفیٰ برسا خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بو لھبی است

ترجمہ: تو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہو جا۔ یہی اصل دین وایمان ہے اگر تیری رسائی اس بارگاہ تک نہیں ہو سکی تو تیرا ناطہ یقیناً ابولہب کے ساتھ ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک شخص عرصہ تک ٹھہرا رہا، آخر میں کہنے لگا میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا: کوئی خلاف شریعت عمل دیکھا۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا اس سے بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت بایزیدؒ ایک بزرگ کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ ان کی موجودگی میں اس نے قبلہ رو ہو کر تھوکا۔ آپ واپس چلے آئے اور کہا جو اس قدر مراعات ادب کا پابند نہیں وہ عظمتوں کا رازدار کیوں اور کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ استقامت اور اسوہ کاملہ کے چند نشانات ہیں۔ جن کی پابندی پر اولیائے کرام سختی سے کاربند ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا عظیم کارنامہ صحیفہ عالم پر ثبت ہے۔ انہوں نے اسوۂ کریمہ پر قیام وعمل کو معراج انسانیت ثابت کر دکھایا اور صوفیاء بلکہ اکابر صوفیاء کے کشف وکرامات، جن کی تائید شریعت نہیں کرتی کے بارے میں واضح موقف اختیار کیا جہاں سرور عالم ﷺ مقصود ومطلوب اہل ایمان ہیں۔ وہاں خوارق وکرامات کا کیا وزن؟ عربی مکتوب ۲۸۹ کے آخری کلمات درج ذیل ہیں:

اِنَّا نَقُوْلُ اَنَّ الصُّوْفِيَةَ الْمُسْتَقِيْمَةَ الْاَحْوَالِ لَمْ يَتَجَاوَزُوْا الشَّرِيْعَةَ اَصْلًا لَا فِىْ الْاَعْمَالِ وَلَا فِىْ الْاَقْوَالِ وَلَا فِىْ الْعُلُوْمِ وَ الْمَعَارِفِ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ بَقِيَّةَ الْخِلَافِ مَعَ الشَّرِيْعَةِ نَاشِئَةً عَنْ سُقْمٍ فِىْ الْحَالِ وَ خَلَلٍ فِيْهِ وَلَوْ صَدَقَ الْحَالُ مَا خَالَفَ

Marfat.com

الْشَّرِيْعَةُ الْحَقَّةُ وَ بِالْجُمْلَةِ خِلَافُ الشَّرِيْعَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى الزِنْدَقَةِ وَ عَلَامَةُ الْاِلْحَادِ ۰

ترجمہ: ہم کہتے ہیں راسخ القدم صوفیاء کسی حال، عمل اور قول میں خلاف شریعت نہیں گئے۔ انہیں یقین ہے کہ شریعت حقہ سے معمولی سی روگردانی ان کے حال یا علم و معرفت کی لغزش اور خامی کی بناء پر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے حال میں جادہ حق پر ہوتے تو شریعت حقہ کی مخالفت بالکل نہ ہوتی کیونکہ شریعت سے پہلوتہی کفر اور الحاد کی نشانی ہے۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ)

آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو بیان اور ذہن نشین کرنے کیلئے قرآن کریم نے ہم پر چند شرائط عائد کی ہیں۔ ان شرائط کا بہم پہچاننا انسان کو حقیقی سوچ کے قریب کر دیتا ہے۔ ورنہ ہزاروں افراد ان شرائط کی عدم موجودگی میں نافہم رہ جاتے ہیں۔ فرمانِ خداوندی بغور مطالعہ کا تقاضا کرتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرِ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً. (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: یقیناً رسول خدا ﷺ میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے مگر یہ اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہے اور روزِ قیامت پر اس کی نظر ہے اور اللہ کے ذکر میں ہمہ تن مصروف ہے۔

آیت مبارکہ کی ابتداء تاکیدی الفاظ سے کی گئی ہے فی کی جگہ من یا ل یا عن حروفِ جارہ استعمال نہیں کئے تاکہ ظاہری قول و عمل سے گزر کر حقانیت تک رسائی حاصل کی جائے۔ اب شرائط کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کا تصور رکھ کر ذکر الٰہی

Marfat.com

میں مصروف رہنا ہے۔ تب ذکر الٰہی بار آور ہوگا اور صفائے قلب و نور پیدا ہو کر اسوہ حسنہ کا جمال سرمدی نظر آئیگا۔ ذکر الٰہی خلوص مع اللہ اور تصورِ آخرت کی فضا میں فکر کو جنم دے گا۔ پھر اسوۂ حسنہ کی فضائے وسیع و عریض میں قدم اٹھنے لگیں گے۔ اسوۂ حسنہ کو نکرہ کی عمومیت کے تصور کو اجاگر کیا ہے۔ جو کسی خاص اور محدود تصور سے بالاتر ہے۔ یا اسوۂ حسنہ کی عظمت و رفعت کے پیش نظر نکرہ مخصوصہ کا تصور دیا۔ کما قال العارف الرومیؒ

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اهتزاز
ذکر را خورشید ایں سرمایه ساز

ترجمہ: اتنا ہم کہہ چکے باقی تم خود غور کرو۔ فکر اگر چالو نہیں ہوتا تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاؤ۔ ذکر الٰہی سے فکر کو بالیدگی حاصل ہوگی۔ فکر ایک برف کا تودہ ہے جس پر ذکر کا سورج تپش ڈال کر اسے متحرک کر دے گا۔

اس جادۂ شوق کی آخری منزل محبتِ رسول ﷺ ہے جو ایمان، اطاعت اور اتباع رسول ﷺ کے بعد عطا ہوتی ہے۔ وہ محبت رسول ﷺ میں فنا کا مقام ہے جہاں صادق اپنا اختیار تک حضورِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے حوالے کر دیتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ..
(سورۃ احزاب)

ترجمہ: اہل ایمان مرد و زن کسی کیلئے بھی روا نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے

Marfat.com

فیصلہ کے بعد اپنے معاملہ میں وہ اپنا اختیار استعمال کریں۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالمؒ کی سیرت و کردار کو حسب معمول حالاتِ زندگی، معاملات اور عبادات میں پیش کیا جائیگا۔ انکے مطالعہ سے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اصول وضوابط پر زندگی بسر کرنا اور کہیں پائے ثبات میں سرلغزش نہ آنا استقامت کے سوا ناممکن ہے۔ جس استقامت کا حکم ذات رسول ﷺ کو دیا گیا۔

"فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ"

ترجمہ: آپ حکم خداوندی کے مطابق استقامت اختیار کیجئے۔

اس کو پیش نظر رکھ کر اہل ایمان نے بھی حتی الامکان اتباع میں قدم بڑھائے ہیں۔

"وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ" (الحدید)

"وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" (یوسف)

Marfat.com

بابِ دوئم

حالاتِ زندگی

Marfat.com

باب دوئم

پیدائش

مستند روایات سے ثابت ہے حضرت صاحبزادہ محبوب عالمؒ کا سن پیدائش ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں محمد مسعودؒ تھا جو حضرت قاضی سلطان محمود قدس سرہ کے چھوٹے بھائی تھے آپ کی والدہ ماجدہؒ سوک کلاں کے مشہور ومعروف علمی خاندان کی خاتون تھیں جنہیں اپنے مایہ ناز، اکلوتے بچے کو صرف چند ماہ دیکھنے اور پرورش کرنے کا موقعہ ملا اور ملک بقا کی طرف تشریف لے گئیں۔ حضرت صاحبزادہؒ کے بقول انہیں اپنی والدہ کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔

پرورش

آپ کو رضاعت کیلئے گاؤں کے اعوان خاندان کی ایک خاتون نے گود میں لے لیا۔ اس رضاعی نسبت کا آپ کو تاحیات پاس ولحاظ رہا اور پورا خاندان آپ کی نوازشات سے نوازا جاتا رہا۔ بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ حضرت کو پوری زندگی میں کاشتکاری کا شغف رہا۔ اسی شغف میں زمین کی شناخت اور تیاری، فصلوں کی بوائی کٹائی اور موسمی تغیرات کا مطالعہ شامل تھا۔ اعوان شریف کی رہائش میں تو یہ مصروفیت پورے شباب پر رہی بیل اور مال مویشی، زمینوں کی سیرابی کا کام، انتظام اور ہر قسم کی نگرانی کا اہتمام تھا۔ گجرات مہمدہ غربی میں ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء تشریف لائے تو بہت

جلد آٹھ بیگہ زمین خرید لی اور کاشت کاری کا عمل شروع کر دیا۔ یہ سب کچھ فطرتاً رضاعی والدہ کی طرف سے ودیعت ہوا۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تائی صاحبہؒ جن کی اپنی اولاد نہ تھی۔ ایک خدارسیدہ، نرم دل اور پر شفقت خاتون تھیں۔ انہوں نے یتیم بچے کو محسوس نہ ہونے دیا کہ اس کی والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ رات کو حضرت ان کے پاس ہی چارپائی پر سوتے۔ خود آپ کے فرمان کے مطابق سحری جب تائی صاحبہ نماز تہجد سے فارغ ہو کر دودھ بلونا شروع کرتیں تو میں اس آواز سے جاگ اٹھتا اور لحاف چھوڑ کو حضرت صاحبہؒ کے پیچھے لٹک جاتا۔ تو وہ مجھے گود میں بٹھا لیتیں اور بعض اوقات لحاف لپیٹ کر کہتیں کہ یہاں بیٹھو، میں روٹی اور مکھن لاتی ہوں۔ چنانچہ سحری کے وقت یہ غذا کھا کر پھر سو جاتا، حضرتؒ فرمایا کرتے کہ تائی صاحبہ کی وہ آواز کہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ) اِب بھی میرے کانوں میں سنائی دیتی ہے۔ رات کی خاموشی میں یہ روح پرور آواز پھر صفائے قلب و باطن کا سماں ایسا تاثر تھا جس نے بچپن سے ہی دل و دماغ کو معطر کر دیا تھا۔ آٹھ سال تک حضرت تائی صاحبہ تربیت فرماتی رہیں۔ اس عرصہ میں تائی صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ان کی وفات پر مجھے محسوس ہوا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ والد صاحب نے دوسری شادی کر لی تھی۔ انہیں میری طرف دھیان دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اپنی بیگم کی وفات کے بعد قاضی صاحب قدس سرہ نے مجھے بے سہارا

Marfat.com

دیکھا تو اپنے دامنِ شفقت میں لے لیا اور اس قدر قریب کرلیا کہ سفر و حضر میں بھی ساتھ ساتھ لئے پھرتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ میری عادت بن گئی تھی کہ رات سوتے وقت چارپائی سے گر جاتا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو میرا گرنا ناگوار لگتا تھا چنانچہ میری چارپائی اپنی چارپائی کے قریب کرلیتے اور دوسری طرف کھدر کی موٹی چادر یا کھیس پھیلا دیتے۔ اس دور میں حضرت قاضی قدس سرہ خود میری غذا اور لباس کا خیال رکھتے۔ بعض دفعہ کپڑے بدلنے کا حکم فرماتے کہ: جاؤ اور دوسرے کپڑے پہن کر آؤ، اچھا لباس اور اچھی خوراک کا دور حضرت قاضی قدس سرہ کے انتقال کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس ضمن میں حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے کہ حضرت قدس سرہ کے بعد کوئی کہنے والا نہ تھا یہ لباس پہنو اور یہ نہ پہنو، لباس کا قطعاً کوئی خیال نہیں رہا۔ کوٹ شلوار بوٹ پگڑی وغیرہ ملبوسات کے کئی صندوق تھے جنہیں حضرت صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد بانٹ دیا گیا۔ اور یہی حال خوراک کا بھی ہوا جو اہتمام حضرت قدس سرہ کی زندگی میں معمول بن چکا تھا، وہ سراسر ختم ہوگیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا ارشاد ہے کہ جب حضرت قاضی قدس سرہ گجرات میں رہائش پذیر ہوگئے تو میں نے دیکھا کہ پیرزادگان نے بڑے بڑے خوبصورت بوٹ پہن رکھے ہیں۔ میں نے گرگابی بلا تسمہ پہنی ہوئی تھی۔ ان کے خوب صورت اور نئی طرز کے جوتوں کو دیکھ کر طبیعت اس طرف مائل ہوگئی مگر گرگابی سے پلہ چھڑانا تھا۔ کیونکہ وہ ٹوٹ پھوٹ جاتی تو دوسری ملتی۔ کئی دفعہ اسے ایڑی کے زور سے توڑنے اور ٹیڑھا کرنے کا جتن کیا، مگر وہ اس قدر مضبوط تھی کہ توڑی نہ گئی بالآخر ترکیب یہ سوجھی کہ

Marfat.com

اسے کہیں گرا دیا جائے۔ چنانچہ ایک بار تانگہ پر اعوان شریف سے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے ہمراہ آ رہا تھا کہ آپکی نظر بچا کر برساتی نالہ میں ایک جوتا گرا دیا۔ کچھ وقت کے بعد دوسرا بھی تانگہ سے نیچے کھسکا دیا۔ جب قدس سرہ کو معلوم ہوا تو سخت سرزنش فرمائی جو آج تک یاد ہے۔اس سے دوسروں کے ملبوسات پر سے نظر اٹھ گئی اور مزاج میں استغنائی کیفیت پیدا ہوگئی۔

اعوان شریف کے وسط میں جو مسجد ہے اس کے شمال میں زیر زمین حجرہ تھا جو کہ ۱۹۸۳ء تک قائم رہا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ اسی حجرہ میں معتکف رہتے۔ وہاں تین چار سیڑھیاں تھیں۔ تب آدمی کو سطح تک پہنچنا ہوتا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ میں اکثر زیر زمین حجرہ میں چلا جاتا۔توجہ الی اللہ بلکہ ماسوی اللہ کی نفی کے وقت معصوم شخصیت کا حضور کس قدر فیضان بخش اور روح پرور ہوگا۔

پرتوئے زد چونکہ بر طور دلم
گشت نورانی تن آب و گلم

ترجمہ: میرے دل پر ان کا جب عکس پڑا تو آب وگل کا میرا جسم مکمل طور پر روشن ہی روشن ہوگیا۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ گجرات میں تشریف فرما تھے۔ان دنوں حضرت شاہدولہ دریائیؒ کے روضہ کی تعمیر کا دور تھا جس میں قاضی صاحب کو متواتر رہائش پذیر ہونا پڑا تعمیر کی جملہ ذمہ داری آپ قدس سرہ نے سنبھال رکھی تھی۔ اسی دور کا حضرت صاحبزادہ صاحبؒ یہ واقعہ بیان کرتے کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے

Marfat.com

دو افراد ایک سیالکوٹ کے کاشمیری خاندان اور دوسرے گورداسپور کے راجپوت۔ دونوں دراز قد اور مضبوط جسم و جان کے مالک تھے کو حضرت بابا کرم الٰہی المعروف بابا کانواں والی سرکارؒ کے ہاں باجرے کی دو روٹیاں دے کر بھیجا۔ کانواں والی سرکارؒ نے انہیں تین بار نظر اٹھا کر دیکھا۔ پہلی نظر پر کہا بڑا اکماد ہو گیا ہے۔ دوسری پر کہا زمین بھی طاقتور ہے۔ اور تیسری پر کہا پانی دینے والے نے بھی کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جب وہ دونوں ارادت مند واپس حاضر خدمت ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو حضرت قاضی قدس سرہ نے فرمایا: تمہیں بھیجا بھی اس لئے تھا تا کہ دیکھیں تم پر جو محنت ہو رہی ہے اس کے بارے میں سائیں صاحبؒ کیا فرماتے ہیں۔

ادھر جہاں حضرت قاضی صاحب قدس سرہ شاہدولہ صاحب کے روضہ پرنور کی تعمیر میں مصروف تھے۔ ادھر حضرت شاہدولہؒ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے روحانی مقاماتِ عالیہ کی تعمیر میں لگ چکے تھے۔ جملہ نوازشات کے ساتھ ساتھ چند ضروری احتیاطی تدابیر بھی ملحوظ رکھی جا رہی تھی۔ فرمان تھا: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ۔ (ترجمہ: ہم نے حضرت موسیٰ پر دودھ پلانے والی عورتیں حرام کر دیں) جس سے مراد اہل گجرات کی دعوت طعام کو قبول کرنا تو تھا مگر کھانا نہ تھا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ چند اوراق کتابت کرتے اور انہیں بازار میں فروخت کیا جاتا۔ اس قیمت سے حضرت کا کھانا تیار کیا جاتا۔ چنانچہ اس کی ترکیب یہ نکال رکھی تھی کہ ہر دعوت کنندہ کے سپرد تین چار مہمانوں کا کھانا کر دیا جاتا مگر خود حسب فرمان حضرت شاہدولہؒ اسے نہ کھاتے۔ اس تربیت میں حضرت صاحبزادہ بھی اوائل ہی میں

Marfat.com

شامل کر لئے گئے۔ انہیں بھی حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے منع فرما دیا تھا کہ دعوت کا کھانا نہیں کھانا بازار سے خرید کر کھانا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا فرمان ہے کہ اس وقت ہندو خورد و نوش کا کاروبار کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا پکا ہوا طبیعت پر گراں تھا۔ بالآخر دودھ اور ڈبل روٹی پر گزارہ کر لیتا۔ اس طرح تین چار دن گزر گئے تو سخت مشکل بن گئی طبیعت سالن پر بڑی مائل تھی۔ چند دنوں کے بعد یہ کیفیت جب تنگ کرنے لگی تو حضرت صاحب قدس سرہ کے سامنے حاضر ہوا۔ میرے سامنے ہوتے ہی فرمایا: اعوان شریف چلے جاؤ۔ یہ سنتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی جواب تک یاد ہے۔ پیدل سفر تھا۔ اسی دن چل کر ظہر کے قریب اعوان شریف پہنچ گئے۔ حافظ صاحب جو لنگر کے نگران تھے۔ ٹوکرا جس میں روٹیوں کے ٹکڑے تھے اور اچار لسی ساتھ تھی۔ اٹھانے ہی والے تھے کہ میں نے دو ہاتھ ان کی پیٹھ پر دے مارے وہ بچپن سے بے تکلف تھے۔ اسی آواز اور لہجے سے ناراض ہو کر بولے مگر میں نے جواباً کہا تم نہیں دیکھتے ہم بھوکے آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ ٹکڑے، اچار اور لسی جو کئی دنوں کے بعد خوراک ملی اس کا مزا بھلایا نہیں جا سکتا۔ جب حضرت صاحب قدس سرہ کو پتہ چلا کہ وہ اسی دن چلے گئے تھے تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور کئی بار تحسین کے کلمات زبان مبارک سے فرماتے رہے غالب خیال ہے کہ ایک رقعہ بھی تحسین آمیز کلمات کے ساتھ لکھ کر بھیجا حضرت صاحبزادہ صاحب کا ارشاد ہے کہ کئی سال بعد حضرت شاہ ولہؒ کی طرف سے پھر فرمان ہوا:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَائِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

ترجمہ: تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال ہیں سوائے ان کے جنہیں حضرت یعقوب

Marfat.com

نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا۔

اس فرمان کو سن کر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ مسکرا دیے اور فرمایا اب اجازت اس وقت ملی جب کہ ان چیزوں کی خواہش بلکہ خیال بھی باقی نہیں رہا۔ اب اجازت ملنا اور نہ ملنا دونوں برابر ہیں۔

آں ولی حق کہ خوئے حق گرفت
نور گشت و تابش مطلق گرفت
او غنی است وجز او جملہ فقیر
کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

ترجمہ: وہ اللہ کا ولی جو صفات خداوندی اپنا چکا ہے وہ نور ہے اور مکمل روشنی ہے وہ بے نیاز ہے اور باقی نیاز مند کوئی محتاج معاوضہ کے بغیر کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ (مالدار سخی ہی ایسا کرتا ہے)

طالب علمی کا دور

بچپن میں کھیل کود کا بہت شوق تھا چنانچہ چار پانچ سال کی عمر تک پڑھائی کی طرف توجہ کم رہی اور کھیل زیادہ مرغوب رہا۔ جسمانی ساخت بھی نہایت مضبوط اور خوب صورت تھی۔ جسم میں توانائی اور پھرتی غیر معمولی طور پر تھی۔ گاؤں کے کھیلوں میں صاجزادہ صاحبؒ کا رجحان معمول سے زیادہ تھا۔ جانوروں کا شکار کرنا، گھڑ سواری اور اس پر بیٹھ کر چھلانگیں لگوانا، باز و پکڑنا اور دوڑ لگانا وغیرہ معمولات تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: یہ معمول تھا کہ فتح پور کا بڑا نالہ اس تیزی سے دوڑ کر عبور کیا جاتا کہ جوتوں میں ریت کا

ذرہ نہ آنے پائے۔ چنانچہ اس کے پیش نظر آپ کے والد ماجد میاں محمد مسعود نے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو اپنی فکرمندی سنادی: حضرت یہ بچہ پڑھائی سے بے نیاز رہتا ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمائیے۔ حضرت قدس سرہ نے اس کے جواب میں فرمایا: کچھ نہ کچھ ہو جائیگا۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ یہ واقعہ بیان فرماتے تو ساتھ ہی حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے ارشاد کی صداقت کا اقرار کرتے۔ اسی دور کا واقعہ سناتے کہ: میں پہلا پارہ پڑھا کرتا تھا۔ جو سبق ملتا وہ یاد ہو جاتا اگرچہ الفاظ کی پہچان حاصل نہ تھی۔ حاجی والا کے ایک حافظ صاحب تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حافظہ کے زور پر یہ بچہ سبق سنا دیتا ہے۔ انہوں نے جوڑ کر کے مجھے پڑھنا سکھایا۔ ابھی ایک پارہ نہ پڑھا ہو گا کہ سارا قرآن کریم پڑھنا آ گیا۔

اسی دور کا واقعہ اکثر سناتے کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ سے سبق پڑھا کرتا تھا۔ دوسرے دن جب سبق لینا ہوتا تو کتاب سبق سے آگے کھول لیتا یا سبق سے پہلے کا حصہ نکال لیتا۔ حضرت قاضی صاحب قدس دعائیہ (بھاگیں بھریا) کلمات کہہ کر فرماتے کہ تمہارا سبق یہ ہے اور خود وہ جگہ کتاب میں سے نکال کر مجھے پڑھانا شروع کر دیتے جب ۱۲، ۱۳ سال کی عمر کو پہنچے تو نحو کی مستند کتب کا درس شروع ہو گیا۔ شرح مائتہ عامل، ہدایت النحو کافیہ اور شرح جامی تک حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے زیر تدریس رہے اس دوران طبیعت معترض بن چکی تھی اور اعتراضات بھی نہایت معقول اور مدلل ہوتے۔ اس روش کو دیکھ کر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے فرمایا

Marfat.com

: سائل اور معترض ہونے سے مجیب کا مقام بلند ہے۔ آدمی کو مجیب ہونا چاہیے نہ کہ سائل ومعترض بننا۔ پھر فرمایا: نور محمد مدقق جو کتب لغت و قواعد کے مصنف ہیں مگر انداز معترضانہ ہے ادھر حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں جو مجیبانہ انداز رکھتے ہیں۔ شرح جامی پر دونوں حضرات کے حواشی ہیں مگر مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سوال و جواب کے انداز میں شرح کا حق ادا کر دیتے ہیں اس لیے ان کا مقام نور محمد مدقق سے کہیں بلند ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے فارسی میں حضرت شیخ سعدی کی گلستان، بوستان، مثنوی مولانا روم کا درس بھی حضرت قاضی صاحب قدس سرہ سے لیا گلستان اور بوستان کی تقریبا اکثر حکایات آپ کو بمعہ اشعار یاد تھیں۔ فرمایا کرتے کہ یہ دونوں کتابیں آدمی کو ہر عمر میں پڑھنی چاہئیں۔ فرماتے تھے: حضرت قدس سرہ مثنوی شریف کے مطالعہ کی تاکید فرماتے اور دیوان حافظ کے پڑھنے سے گریز کا ارشاد فرماتے اور فرماتے کہ یہ بے لباسی میں توحید کا درس ہے۔

سفر لاہور

طلب علم کا ولولہ پیدا ہوا تو لاہور کا سفر فرمایا جب کتب صرف ونحو، منطق وفلسفہ اور فقہ وتفسیر پر عبور حاصل ہو گیا اور طبیعت میں ان علوم کے ساتھ خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی تو مزید علم کے شوق نے بے قرار کر دیا۔ ادھر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی طبیعت میں ضعف کے ساتھ ساتھ روحانی جذبہ نے جگہ سنبھال لی، جس کی وجہ سے الفاظ کے ساتھ وابستگی بھی ماند پڑ گئی۔ تلاش علم کیلئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے پنجاب

Marfat.com

یونیورسٹی لاہور اورینٹل کالج کا رخ کیا۔ وہاں اس وقت مولانا عبداللہ ٹونکوی علوم شرقیہ کے استاد تھے۔ مگر موسم گرما کی تعطیلات کی وجہ سے وہ گھر جاچکے تھے، اس لئے ملاقات نہ ہوسکی۔ پھر آپ مدرسہ نعمانیہ تشریف لے گئے۔ اس وقت مفتی سلیم اللہ صدر مدرس تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا لباس بہت قیمتی تھا قیمتی پگڑی، شلوار، قیمتی جوتے اور عالم شباب کی شخصیت کے پرتو نے مفتی صاحب کو استفسار پر مجبور کردیا۔ چنانچہ آپ کے ہمراہی نے تعارف کرایا اس نے کہا حضرت یہ صاحبزادہ صاحب ہیں اور طلب علم کی خاطر حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ مفتی صاحب لباس اور شخصیت کو دیکھ کر فوراً بول اٹھے، آیا صاحبزادگان بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان کا علم سے کیا واسطہ؟ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے الفاظ نے تیر ونشتر کا کام کیا پھر انہوں نے پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ شرح جامی وہ بولے اچھا پڑھو کتاب پاس تھی پوری توجہ سے سن کر بولے اچھا اب اس کا ترجمہ بھی کرو ترجمہ کیا کسی قسم کی غلطی نہ پاکر خاموش ہوگئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے عبارت پر سوالات کرنے شروع کردیے۔ وہ سوالات سن کر فرمانے لگے کتاب مجھے دیں۔ کتاب ان کے سپرد کردی پھر فرمایا کل میرے لئے کتاب کا ایک نسخہ خرید لانا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس عرصہ میں مفتی صاحب کو پسینہ اترنے لگا اور حواشی کو دیکھ کر اور جواب نہ پاکر قدرے حواس کھو بیٹھے بہر حال دوسرے دن کتاب بازار سے خرید کر پیش کردی۔ چنانچہ سبق شروع ہوا تو اسی معمول کے مطابق جو پہلے دن تھا تقریباً پورے چار دن نہیں گزرے تھے کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا خط پہنچ گیا۔ اگر سبق تسلی بخش طور پر جاری نہیں ہو رہا تو واپس آجایئے۔ اس خط پر

Marfat.com

پھر اعوان شریف آ گئے۔

واپسی کے بعد حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو آپ کے شوق علم نے متاثر کر دیا تھا چنانچہ چکوال سے ایک سادہ دل اور سادہ لباس صاحب علم شخصیت کو بلایا گیا۔ انہوں نے پورے ۲۵ سال قواعد اور منطق کی کتابوں کا درس دیا تھا پوری پوری عبارت یاد تھی مگر دقیق مسائل پر نظر نہ تھی۔ حضرت فرماتے ہیں میں انہیں اکثر تنگ کیا کرتا تھا مگر وہ پیکر علم و حلم کبھی برافروختہ نہ ہوئے بالآخر انہوں نے اعتراف علمیت کے بعد حضرت کو فرمایا تجھے میرے جیسے استاد کی ضرورت نہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے گزارش کی کہ آپ میرے ساتھ رہئے میں آپ کو پڑھ کر سنا دیا کرونگا چنانچہ ایسا انداز طالب علمی کچھ عرصہ جاری رہا اچانک انہیں ایک صدمہ لاحق ہو گیا غالباً ان کی بیوی فوت ہو گئی۔ اپنے گاؤں تشریف لے گئے اور واپس نہ آئے۔ کچھ عرصہ مطالعہ کتب میں گزارا تو حضرت مولانا مولوی عبدالرحمٰن مرحوم فارغ التحصیل دیو بند اعوان شریف رہائش پذیر ہو گئے بہت کم عرصہ حضرت صاجزادہ صاحبؒ نے آپ سے استفادہ کیا کیونکہ بہت جلد معاملاتی فضا میں آپ کو اترنا پڑا اور درس و تدریس کے ماحول سے دوری ہونے لگی۔ اپنے استاد محترم کا واقعہ سنایا کرتے کہ ایک دفعہ جمعتہ المبارک کے روز اعوان شریف تشریف لائے۔ نماز سے پہلے قبل دوپہر خطبہ کی کتاب نہ مل سکی۔ چنانچہ انہیں صاجزادہ صاحبؒ کے والد ماجد نے کہا کہ آپ کو ایسی کتابوں کی کیا ضرورت آپ خود ہی کوئی خطبہ سنا دیں تھوڑی ہی دیر بعد عربی منظوم خطبہ آپ نے تیار کر کے جمعتہ المبارک میں پڑھ کر سنایا۔

Marfat.com

عربی منظوم خطبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کو عربی زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اپنے استاد مولوی عبدالرحمٰنؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک کلاس ان سے آگے تھے اور وہی اساتذہ انہیں بھی پڑھاتے جو علامہ صاحب کی کلاس کو پڑھاتے تھے اسی نسبت سے حضرت صاحبزادہ صاحب حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کے علم وتقویٰ اور ثبات علیٰ دین الاسلام کے معترف تھے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم جب گجرات تشریف لائے تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کی خدمت میں غائبانہ ایک قصیدہ پیش کیا جو ایک جلسہ عام میں پڑھ کر سنایا گیا جس میں صاحبزادہ صاحبؒ کے حضرت شاہ صاحب مرحوم سے والہانہ دلی لگاؤ کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

اس دور میں ذاتی مطالعہ نے طالب علمانہ تعلم کی جگہ لے لی اور اس ذاتی مطالعہ کا معمول ساری زندگی قائم رہا۔ مصروفیات کے ہجوم میں بھی مطالعہ سے بُعد نہ ہو سکا چنانچہ سردی ہو یا گرمی ہر موسم میں کتابوں کی ایک میز آپ اپنے ساتھ رکھتے جونہی فرصت کے لمحات ملتے کتب بینی میں طبیعت مصروف ہو جاتی چنانچہ مراۃ الجنان امام یافعی یمینی، صفوۃ الصفوۃ امام ابن جوزی، کتاب الروح لابن قیم اور کتاب اللمعات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کافی عرصہ میز پر رکھی جاتی رہیں۔ پہلی کتب کے مطالعہ کے بعد دوسری کتب رکھ دی جاتیں۔ مطالعہ میں انتہائی گہرائی تھی خداداد ذہانت اور پھر حافظہ اس قدر مضبوط اور قوی کہ بڑے بڑے ذہن شرما جاتے۔ بینائی کی موجودگی میں تو ذاتی مطالعہ ہوتا رہا۔ جب بینائی ساتھ چھوڑ گئی تو اہل علم حضرات سے سننا معمول بن گیا۔

Marfat.com

معمولی واقفیت کے حضرات اخبار پڑھ کر سناتے ، کبھی طبیعت کلام اقبال سننے پر آجاتی تو تحت اللفظ سماعت فرماتے ۔ اولیاء اللہ کے حالات بھی احباب پڑھ کر سناتے ۔ کسی علمی موضوع پر افہام و تفہیم کی نوبت آجاتی تو چند صاحب علم حضرات عربی کتب کے حوالہ جات پیش خدمت کرتے عربی عبارت پر اس قدر عبور تھا کہ اعراب کی ممکن غلطی بھی نہیں ہو سکتی تھی خواہ کس قدر محتاط انداز اختیار کرے ۔ قاری غلط اعراب کی وجہ سے ماخوذ ہو جاتا ۔ اعراب کی وجوہات پر بحث ہوتی ۔ اگر قاری کے دلائل دقیع ہوتے اور ایسا کبھی کبھار ہی ہوا تو بلا تامل اس کی قرأت کو تسلیم فرمالیتے ۔ اگر معانی و مفاہیم میں کوئی شخص جدت پیش کرتا تو اسے مناسب مقام دینے میں پس و پیش نہ فرماتے ۔

مَحَاسِنُہ' ہیولیٰ کُلِ حُسنِ

وَمِغنَا طِیْسُ اَفْئِدَۃِ الرِّجَالِ

ترجمہ: آپ کی خوبیاں ہر قسم کی خوبی کا مجموعہ ہیں جن میں دلوں کیلئے مقناطیس کی سی کشش پائی جاتی ہے ۔

شادی

۱۹۱۰ء کو حضرت صاحبزادہ کی عمر ۱۸ سال ہوئی تو موضع برنالہ میں جو ریاست جموں و کشمیر میں واقع ہے اپنے ہی قریبی رشتہ داروں کے ہاں شادی ہوگئی ۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ بہ نفس نفیس اس شادی میں شریک ہوئے اور بارات کے ساتھ بھی آپ نے شرکت فرمائی ۔ بقول حضرت صاحبزادہ صاحب یہ دور چند الجھنوں کو لے کر وارد ہوا ۔ دو سوتیلی ماؤں میں ایک بہو کے اضافہ سے بدمزگی پیدا ہونے لگی ۔

Marfat.com

والد صاحب کی موجودگی اور خصوصاً حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے بابرکت زمانہ نے ان تلخیوں کو محسوس نہ ہونے دیا۔ اس لئے شادی کے بعد بھی طالب علمی کا دور جاری رہا اور مختلف اساتذہ خصوصاً حضرت قاضی صاحب قدس سرہ سے علمی استفادہ جاری رہا۔ حالات کی سخت ناخوشگواری سے تنگ آ کر ایک دفعہ کہیں جانے کا ارادہ باندھ لیا۔ چنانچہ حضرت صاحب قدس سرہ کے ہاں کھڑی شریف جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت صاحب قدس سرہ نے فرمایا مت جانا مگر جانا بن چکا تھا اس لئے ایک سنگی بزرگ کے ہمراہ گجرات آئے انگوٹھی بیچ کر دیوبند کا کرایہ بنایا اور سنگی کو بالاصرار واپس لوٹا دیا۔ جب سنگی اعوان شریف حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ سنایا تو آپ کو سخت دکھ ہوا اور آپ پر خاموشی سی چھا گئی۔ ادھر صاحبزادہ صاحب رات دن گاڑی میں گزار کر دیوبند پہنچ گئے۔ کسی نے قاضی صاحب قدس سرہ سے گذارش کی کہ آپ اس قدر متاثر کیوں ہو رہے ہیں؟ فرمایا کیوں نہ ہوں اس کی ماں زندہ نہیں ہے صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے کہ میرے ساتھ جو شفقت حضرت قاضی صاحب نے فرمائی وہ عبادت جان کر فرمائی۔ ایک یتیم جو والدہ کی شفقت سے محروم ہو چکا تھا اس پر دست شفقت رکھنا ان کے ہاں عبادت تھی۔ ساتھ ہی یہ شعر ورد زبان ہو جاتا۔

دل نوازی ہائے لیلیٰ کرد مجنوں را خراب
ورنہ آں بیچارہ را میل ہوا داری نہ بود

ترجمہ: لیلیٰ کی نوازشات نے مجنوں کو مجنوں بنا دیا۔ ورنہ وہ سرفروشی کے میدان کا آدمی نہ تھا۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی بے قراری نے سینکڑوں کوس پر اثر یہ کیا کہ دیو بند پہنچتے ہی دل سخت پریشان ہو گیا ایسا معلوم ہوا کہ ایک تیز آندھی دل و دماغ پر چل رہی ہے جس کی سرسراہٹ بے حواس کر رہی ہے فوراً واپسی کا عزم کر لیا اور تین چار یوم کی فرقت کے بعد حاضر خدمت ہو گئے۔

والد محترم کی وفات

۱۹۱۵ء میں والد صاحب میاں محمد مسعود کی وفات ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت قاضی صاحب اعوان شریف میں موجود تھے۔ جنازہ سے قبل جب چارپائی لائی گئی تو حضرت قاضی صاحب نے اپنا دایاں ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا۔ مگر جب ہاتھ چہرہ سے اٹھا تو وہ لرز رہا تھا یہ ہاتھ کا کانپنا باقی عمر تک جاری رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا فرمان ہے میرے والد صاحب حضرت قاضی صاحب کو بھائی نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ انہیں مخدوم جانتے اور اپنے آپ کو خادم۔ ان کا معمول تھا کہ روٹی حضرت صاحب کی خود اٹھا کر لاتے۔ حضرت والد صاحب خود اٹھا کر اور خود اپنی نگرانی میں انہیں کھلاتے اور باصرار کچھ شرینی وغیرہ کھلا کر جاتے بارش ہو یا دھوپ گرمی ہو یا سردی ہر موسم میں ان کا یہ معمول تھا۔ بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا کہ بارش کا پانی ناہموار گلیوں میں بہہ رہا ہے اور چھتری تھامے لالٹین لئے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں ہاتھ کا کانپ جانا اسی دلی محبت اور شفقت کی بناء پر تھا جو حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ تھی۔

Marfat.com

ذمہ داری کا دور

۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء یہ چار سالہ دور حضرت صاحبزادہ صاحب کی انتہائی مصروفیت اور ذمہ داری کا دور ہے والد صاحب کی وفات کے بعد گھریلو اور ڈیرہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ پر تھیں اس پر مستزاد حضرت قاضی صاحب کی مستقل علالت اور آپ کی طبیعت کی نزاکت یہ ایسے فرائض تھے جن کیلئے مضبوط دل اور حساس ذہن کا ہونا ضروری تھا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ چار سالہ دور ہی حضرت قاضی صاحب کی جانشینی کی تربیت کا دور ہے۔ جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کماحقہ ادائیگی کی تربیت پوشیدہ تھی۔ اسی تربیت میں آپ کے جوہر کھلے اور معاملاتِ زندگی میں مردانہ وار اقدامات کی مشق حاصل ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی سرپرستی میں حالات و واقعات کا اس انداز سے سامنا کیا کہ اوصاف حمیدہ کے چشمے پھوٹ نکلے اسی چار سالہ تربیت کا اثر ساری زندگی نمایاں رہا۔ حالات خواہ کس قدر غیر موافق پیش آئے مگر حضرت صاحبزادہ صاحب کے عزم کو نیچا نہ دیکھا سکے اور وہ کوہِ صبر وصفا ان مخالف حالات میں بھی سربلند اور سرفراز رہا۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: کہہ دیجئے بے شک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے۔ اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

اس ضمن میں چند ایک واقعات کا تذکرہ اس عملی درس کی حقیقت کو قدرے واضح کر دے گا۔

Marfat.com

معاملاتی زندگی ایک نیا ماحول لے کر آئی۔ تقریباً ۲۴ سال تو شہزادگی میں گذرے روحانی سرپرستی ایک ایسی سکون بخش چیز ہے جہاں دور دور تک غم و اندوہ کا نشان نہیں ملتا۔

اندر آدر سایہ آں عاقلے
کس نہ تاند برد از راہ ناقلے
بس تقرب جوید و سوئے الہ
سرمپیچ از طاعت اوھیچ گاہ
زانکہ اوھر خار راہ گلشن کند
دیدہ ھر کور راروشن کند
ظل او اندرزمین چو کوہ قاف
روح او سیمرغ بس عالی طواف
دستگیر و بندہ خاص الہ
طالباں رامی برو تاپیش گاہ

ترجمہ: تم کسی عقل مند کے سایے میں آجاؤ کیونکہ جو شخص قدم بقدم آرہا ہے وہ گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح تقرب حاصل کرو اور ہمیشہ کیلئے اطاعت شعار ہو جاؤ۔ وہ یہ ہے کہ وہ عاقل ہر کانٹے کو باغ اور ہر اندھے کو روشن آنکھ بنا دیتا ہے۔ اس کا سایہ زمین پر کوہ قاف کی طرح ہے اور اس کی روح سیمرغ کی طرح بلند پرواز ہے ہاتھ تھامنے والا اللہ کا خاص بندہ ہے طلب والوں کو بارگاہ خداوندی تک پہنچاتا ہے۔

Marfat.com

حکمت الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ حضرت قاضی صاحب کی نگرانی میں معاملاتی زندگی کی تربیت بھی تکمیل تک پہنچے۔ چنانچہ ہجوم کار نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو خوب دبایا۔ درجنوں مہمانوں کی روزانہ مہمان نوازی گھر میں دو سوتیلی ماؤں اور ان کے بچوں کی ضروریات کا فراہم کرنا مستقبل کی منصوبہ بندی اور پھر حضرت قاضی قدس سرہ کی علالت کا لمحہ بہ لمحہ خیال۔۔۔۔ یہ حالات تھے جن سے آپ گزر رہے تھے۔

صاحبزادہ صاحب کا فرمان ہے کہ ایک دن قاضی صاحب قدس سرہ نے فرمایا معاملات کیسے چل رہے ہیں؟ دلی احساسات کو قابو میں رکھتے ہوئے عرض کیا۔ الحمدللہ وقت گزر رہا ہے پھر دوسرے دن حضرت قاضی صاحب نے اپنا سوال دہرایا حتیٰ کہ چار دن ایسا ہوتا رہا اور میں حسب سابق جذبات کو مغلوب رکھ کر اپنا پہلا جواب پیش کرتا رہا۔ بالآخر ایک دن طبیعت میں آیا جب وہ پوچھ رہے ہیں اور دل میں بھی تفکرات کا ہجوم ہے تو کیوں نہ پوری داستان کھول دی جائے مگر اتفاق یہ ہوا کہ ادھر سنانے کا ارادہ باندھا۔ ادھر سوال بھی فراست مومن کی زد میں آ گیا۔ خلاف معمول حضرت قاضی صاحب قدس سرہ خاموش رہے۔ بالآخر خود ہی پہل کر کے عرض کیا آپ فرماتے تھے کیسے گزر رہی ہے حقیقت یہی ہے کہ سخت مشکلات کا سامنا ہے اور روز بروز حالات سنگین ہوتے جا رہے ہیں اور اب جب کہ آپکی حیاتِ طیبہ نظر میں موجود ہے یہ حال ہے اور جب یہ نگاہ آپ کو نہ دیکھ سکے گی تو پھر کیا ہوگا؟ یہ بات سن کر قدرے بلند آواز سے میری طرف رخ مبارک موڑ کر فرمانے لگے یاد رکھو میں نے دنیا کیلئے مولیٰ سے کبھی کوئی درخواست نہیں کی اور نہ ہی کروں گا یہ فقرہ اس قدر پر جلال تھا کہ دل و دماغ کو

Marfat.com

سخت مہمیز لگی اور حواس اس غیر متوقع جواب پرسن سے ہو گئے۔ سخت پریشانی کے عالم میں خاموشی کے ساتھ محفل سے اٹھ آیا اور راستہ میں یہ غبار اس قدر دل و دماغ پہ چھا گیا کہ دنیا کی ہر چیز تاریک ہو گئی۔ بار بار یہی تصور تنگ کرنے لگا۔ پہلے پوچھتے رہے اور بار بار پوچھتے رہے۔ جب یہ مایوس کن جواب ہی سنانا تھا تو پوچھنا ہی نہ ہوتا۔۔۔۔ جب کہہ کر حقیقت حال پیش کر دی تو تمام روابط کو دھکا دے کر پس پشت ڈال دیا از یں قبیل مختلف افکار نے گھیرا ڈال رکھا تھا اور میری حالت ایک محبوس کی سی بن چکی تھی۔ اتنے میں حضرت صاحب قدس سرہ کی طرف سے آدمی آنے شروع ہو گئے۔ کہ آؤ تمہیں بلایا جا رہا ہے پہلے والے جواب کی خوفنا کی سے رہائی نہ ملی تھی۔ دوبارہ کیسے جا سکتا تھا جب ایک شخص نے کہا کہ حضرت صاحب کی حالت دگرگوں ہو رہی ہے نہ جاؤ گے تو پتہ نہیں طبیعت پر کیا گزرے گی چلا گیا واقعی طبیعت میں سخت گھبراہٹ تھی فرمایا تم ناراض ہو گئے ہو فوراً عرض کیا ہاں جناب پھر ساری کیفیات پیش کر دیں اس پر حضرت صاحب نے فرمایا یہ جانو تم لوگوں کے ٹھیکیدار نہیں ہو اس حقیر اور قلیل دنیا کیلئے خدا کو کہتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہوں جیسے حالات آئیں گے تم بھی ساتھ ساتھ چلتے جانا میں نے عرض کیا عزت و وقار کا مسئلہ ہے کچھ نہ ہو گا تو زندگی بے مزا رہے گی۔ فرمایا اس کائنات کی عزت و وقار کون سی قیمتی چیز ہے عرض کیا جہاں آپ ہیں بالکل یہ چیزیں بے معنی اور لاطائل ہیں۔ مگر آپ براہ کرم نیچے اتر کر میرے مقام پر آ کر دیکھئے تو یہ چیزیں ضرور قابل توجہ ہیں اتنا عرض کرنا تھا کہ آپ کی طبیعت میں انبساط آ گیا مسکرا دیے اور فرمایا تیرا وقت جب آئیگا گزر جائیگا وہ مسکراہٹ میری زندگی بھر کے مسائل کا

Marfat.com

حل تھی اور میرے ہر مشکل دور کی عقدہ کشائی تھی اس پر میں بھی فرحاں وشاداں اپنے معمولات میں مصروف ہو گیا۔

سخت سردی کا موسم تھا ایک دن عصر کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ہوا بھی خنکی میں اضافہ کر رہی تھی حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ نے پالکی والوں کو فرمایا تیار ہو جاؤ حضرت شاہد ولہؒ کی زیارت کو گجرات جانا ہے خدام حضرات اس غیر متوقع فرمان اور آپ کی طبیعت کی کمزوری اور علالت کے خوف سے سخت پریشان ہو گئے مگر کسی کو یارا نہ تھا کہ کھل کر حضرت صاحبؒ کے فرمان کو ٹال دیتا بالآخر وہ دوڑے اور حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بتا دیے اسی وقت صاحبزادہ صاحبؒ حاضر خدمت ہوئے عرض کیا کہ گجرات شریف جانے کا ارادہ فرمایا ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے عرض کیا آپ اپنی طبیعت دیکھئے موسم اور طوالتِ سفر کا بھی لحاظ فرمایئے اس پر حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا عزیز من میں بہت تنگ ہوں آرام نہیں آ رہا سخت بے قرار ہوں یہ الفاظ سن کر صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا حضرت جب آپ تندرست تھے اور سفر کی تکلیف برداشت ہو جاتی تھی تو کتنے سال آپ پیدل حضرت شاہد ولہ صاحبؒ جاتے رہے اور اب کہ آپ کی طبیعت سخت تھک چکی ہے مختلف امراض نے ہلنا بھی مشکل بنا دیا ہے ایسے میں یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کی کیفیت کو دیکھ کر وہ بھی کبھی آپ کی خاطر سفر اختیار کر لیں۔ انہیں کون سی سواری یا اور کسی ذریعہ کی ضرورت ہے پلک جھپکنے میں وہ تشریف لا سکتے ہیں یہ کلام اس قدر دل کی آواز بن کے نکلا کہ آپ مسکرا دیے اور فرمایا پالکی کے رسے کھول دو۔ یہ واقعہ

Marfat.com

سنانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اکثر یہ شعر بھی پڑھتے۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں

بہ غلط بر ہدف زند تیرے

ترجمہ: کبھی کبھی بے سمجھ بچہ بھی نشانے پر تیر لگا دیتا ہے

مسکراتے ہوئے فرمایا: تیر ہوا میں چلایا تھا مگر وہ نشانے پر لگا۔ اور بے آرامی جس نے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو گھیر رکھا تھا اسی وقت رفع ہو گئی اس کی کیا وجہ تھی؟

وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ اٰل عمران

ترجمہ: اس کے معانی پختہ علم لوگ ہی جانتے ہیں جن کا قول ہے یہ سب کچھ ہمارے ربِ کریم کی طرف سے ہے اور اہل عقل و بینش لوگ اس سے راہنمائی لیتے ہیں۔

اس میں حضرت صاحب کا لاڈلہ پن تھا جسے شاہ دولہؒ نے مان لیا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کا انتقال

تقریباً سال بھر پہلے ہی جمعۃ المبارک کے دن حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے صاحبزادہ صاحب کو قبر کی جگہ نشان لگا دینے کا مشورہ دیا کیوں کہ پٹھانوں میں اس کا رواج تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے غمزدہ ہو کر عرض کیا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اس پر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ مسکرا کر فرمانے لگے میں ابھی مرنے والا تو نہیں ہوں

Marfat.com

فرمان خداوندی کے مطابق وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ.....

ترجمہ: حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا ہیں۔ پہلے بھی رسول اس کائنات کو الوداع کہہ کر چلے گئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے جائیں تو کیا آپ لوگ اس دولتِ ایمان وایقان سے خالی ہاتھ رہنا پسند کرو گے۔

فدایانِ نبوت کو ذہنی طور پر آپ کے وصال بلکہ فراق سے باخبر بلکہ تیار کرنا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب پر بھی اس حقیقت کو منکشف کرنا تھا۔ چنانچہ پورا سال گزرنے کے بعد ۲ مئی ۱۹۱۹ء، ۲۰ بیساکھ اور یکم شعبان ۱۳۳۷ھ کو حضرت قاضی صاحب کا انتقال ہوا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا فرمان ہے کہ تقریباً دو ماہ تک طبیعت میں کوئی خاص تبدیلی نظر نہ آئی۔ معمولات چل رہے تھے اور آپ کا جانا محسوس نہ ہوا مگر ایک دن باہر ویرانہ میں چلا گیا اور رونا اس قدر آیا کہ آنسو تھمتے نہ تھے گھڑیوں وہاں بیٹھ کر روتا رہا۔ کائنات پر اندھیرا چھا گیا ہر چیز سے طبیعت اٹھ گئی۔ اس وقت سے اب تک یہ حال ہو چکا ہے لباس، خوراک، غرض یہ کہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہی۔ وہ لباس جس کے پہننے پر حضرت قاضی صاحبؒ کو اصرار تھا چھوٹ گیا اور وہ زود اثر خوراک جس کی تاکید تھی، وہ غیر مرغوب ہوگئی۔ تمام قیمتی لباس بانٹ دیا۔ جس میں پگڑی قیمتی کپڑے اور عمدہ قسم کے بوٹ سب چیزیں شامل تھیں۔ یہ انقلاب اس قدر گہرا اور دیرپا تھا کہ ساری زندگی اسی سادگی میں بسر کردی جس کی مکمل وضاحت آپ کے لباس کے زیرِ عنوان درج ہوگئی ہے۔

Marfat.com

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد فرائض میں اضافہ ہو گیا۔ ان میں سب سے اہم آپ کے یوم وصال پر عرس مبارک کا انعقاد تھا۔ بقول حضرت صاحبزادہ صاحب ہزارہا مبارک نفوس آپ سے فیض یاب ہوئے۔ اب ضرورت یہ تھی کہ تمام سنگیوں کو بیک وقت اعوان شریف حاضر ہونے کا موقع دیا جائے۔ اس میں روحانی کشش کا زیادہ عمل دخل تھا چنانچہ آپ کے یوم وصال کو تمام سنگیوں کا یوم اجتماع بنا دیا گیا۔ پہلا عرس مبارک جو اپنی وسعت کے اعتبار سے بڑا عرس تھا ۲ مئی کو منعقد ہوا۔ دوسرا عرس قمری تاریخ کو پیش نظر رکھ کر یکم شعبان کو ہوا۔ راقم نے بھی چند عرس دیکھے ہیں۔

سبحان اللہ واقعی روحانی لوگوں کا اجتماع تھا۔ اکثر لوگ مسجد میں ڈیرے ڈال دیتے اور علماء وصلحاء حضرات انہیں اپنے کلام و بیان سے نوازتے۔ وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ رات کو ایک دفعہ کی خوراک میں ۳۰، ۴۰ بکروں کا گوشت درکار رہتا اور ساتھ ہی حلوہ پکایا جاتا مہمانوں کے علاوہ تمام گاؤں کو روٹی رلنگر تقسیم فرماتے جس عمدگی اور نفاست سے یہ چیزیں پکائی جاتیں گھر میں ان کا محدود مقدار میں پکانا بھی مشکل ہے ویسے عرس مبارک کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوتی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب لنگر کی تقسیم کی نگرانی بہ نفس نفیس خود فرماتے اور ایک ہی دسترخوان پر چوہدری غلام غوث صمدانی اور بابو غلام محمد جیسے حضرات ہوتے اسی پر صاحبزادہ مظہر الحق اور ان کے دوست احباب بیٹھتے اور اسی پر ایک عام بلکہ ناآشنا ارادت مند موجود ہوتا۔ ہر کسی کو ایک سا کھانا ملتا اور حسب طلب ملتا۔ اپنے بیگانے کی کوئی تمیز روا نہ رکھی جاتی۔ کبھی

Marfat.com

نفسا نفسی کی نوبت نہ آنے پاتی کسی کو محرومی کی شکایت کا موقع نہ ملتا۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے لئے یہ تسلسل قائم نہ رہ سکا اور ۱۹۵۳ء تک ہی جاری رہا۔ پھر بعد میں عرس نہیں ہوا۔ اگرچہ بعد میں حضرت تقریباً ۳۰ سال تک زندہ رہے چھوڑ دینے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ عرس مبارک کے انعقاد میں للّٰہیت تھی۔ جب اہل دل حضرات یکے بعد دیگرے کائنات کو الوداع کہتے گئے تو اجتماع میں بھی روحانی مرکزیت کمزور پڑ گئی جس کا نقشہ ابتداء میں نظر آتا تھا۔ بلکہ ان کے اٹھ جانے سے جو خلا محسوس ہونے لگا کچھ غیر مندوب زائرین کی طرف سے بعض ایسے مشاغل کا اہتمام ہونے لگا جس نے عرس مبارک کے تقدس پر غم واندوہ اور فراق احباب کی سیاہ چادر پھیلا دی۔

اِذَا زُرْتُ اَرْضاً بَعْدَ طُوْلِ اجْتِنَابِهَا

فَقَدْتُ صَدِيْقِىْ وَ الْبِلَادُ كَمَا هِيَا

ترجمہ: میں نے جب اس سرزمین کو عرصہ دراز کے بعد دیکھا تو وہاں سے میرے احباب جا چکے تھے جب کہ در و دیوار وہاں اسی طرح موجود تھے۔

گجرات مہمدہ غربی میں رہائش

۱۹۲۲ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب مہمدہ غربی میں رہائش پذیر ہو گئے، اگرچہ یہ رہائش عارضی نوعیت کی تھی۔ مقامی مسجد کے ساتھ والا مکان تعمیر کیا گیا اور وہاں رہائش تین چار سال تک جاری رہی۔ غالباً اس رہائش میں حضرت قاضی قدس سرہ کے اس فرمان کی عملی تصویر تھی جس میں ٹھٹہ موسیٰ، کھڑی شریف، سیالکوٹ کے مزارات پر حاضری کی تاکید فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا گجرات تو تمہارا آنا جانا رہیگا۔

Marfat.com

صاجزادہ مظہرالحق صاحب کی پیدائش

بعض علمی و روحانی خاندانوں میں دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی پیدائش میں چھ سات سال کا وقفہ آتا رہتا ہے مظہرالحق صاحبؒ کی دو بڑی بہنیں تھی اور پانچ سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ تقریباً شادی کے ۱۳ سال بعد ۱۹۲۳ء میں جناب صاجزادہ مظہرالحق کی پیدائش ہوئی۔ اس پر آزاد کشمیر کے ایک علمی خاندان کے بزرگ حضرت مولانا محمد حسین رحمانی نے اپنی عقیدت کا اظہار ان اشعار میں کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تہنیت بر تولید سعید طال اللہ عمرہ خلف الرشید صاجزادہ محبوب عالم صاحب سجادہ نشین اعوان شریف

(ف) فیض رحمانی رسید از موج بحر لطف جود
(ظ) ظاہر آثار مسرت در جہاں جلوہ نمود
(ی) یا بہار گل عذرائے سوئے دلدارے رسید
(ف) فصل گل یا در فضائے عالم دنیا رسید
(و) وقتِ خوش عیش و مسرت خرمی و ابتہاج
(ر) رونق بازار عالم را فزوں کردہ رواج
(ض) ضوء عشرت جلوہ فرموداست بر ملک جہاں
(ا) از گل سیمائے مردم رنگ عیش آمد عیاں
(ا) اینک اینک چیست سیما خندہ دندان باز کرد

(ل) لالہء غنچہ دهن چوں گل شگفت و باز کرد
(ت) تاب مستوری ندارو چوں مسرت در بطون
(ا) آید از برزخ پئے اظہار و ابرازت بروں
(ا) ایں چنیں عیش و خوشی اندر جہاں کردہ ظہور
(س) سوئے ہر سیما کہ بینم او شگفت است از سرور
(ل) لمعہ انوار مسرت هست در عالم چنیں
(ل) لیس قلب الفرد من افراد عالم کالخرین
(ہ) هست ایں از مقدم مہمان نو انوارها
(ا) آنچہ افزود است در عالم چنیں آثارها
(ی) یعنی بہر اندفاع ظلمت از اهل جہاں
(م) مر چراغ الحق رسید از زمرہ روحانیاں
صدز رحمانی مبارك می رسد محبوب را
کوز رحماں یافتہ نور نظر مطلوب را

ترجمہ: سخاوت کے سمندر سے خدائی فیض پہنچ گیا اور خوشی کے آثار جہاں میں نمودار ہو گئے۔ یا خوبصورت پھول کی بہار کسی مہربان کے پاس پہنچ گئی یا جہان کی فضا میں پھولوں کا موسم آ گیا۔ جس میں وقت (زمانہ) پوری خوشی اور مسرت سے لبریز ہے۔ خوبصورت زندگی کی روشنی ملکِ جہان پر پہنچ چکی ہے اور لوگوں کی پیشانی سے روشنی نمایاں ہے۔ یہ مبارک پیشانی کون ہے جس کے منہ کی کلی پھول کی طرح کھلی ہوئی ہے وہ پردے میں نہیں رہ سکا اور اپنے آپ کو ظاہر کرنے کیلئے وہاں سے اٹھ آیا ہے۔ اس

Marfat.com

قسم کی خوشی جہاں میں پیدا ہوئی ہے کہ ہر پیشانی جسے دیکھ رہا ہوں وہ خوشی سے کھل چکی ہے خوشی کی روشنیوں کا پرتو جہاں میں نمایاں ہے گویا کہ کوئی دل بھی جہاں میں غم ناک نہیں رہا۔ اور یہ سب کچھ نئے مہمان کی آمد کی وجہ سے ہے جس نے اس قدر نشانات بڑھا دیے ہیں تاریکی کو جہاں سے دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا روشن دیا روحانی لوگوں سے نکل کر پہنچ گیا ہے۔ سو مبارک رحمانی کی طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو پہنچے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب سے اپنے مطلوب بچے کو پالیا۔

ازطبع ابوالممتاز محمد حسین رحمانی عفی عنہ مقام خربوزہ ضلع میرپور ریاست جموں وکشمیر

ایسا بچہ والدین کی محبت اور شفقت کا وافر حصہ وصول کرتا ہے چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی شفقت ومحبت مظہر الحق صاحبؒ کے ساتھ مثالی رہی۔ ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ جب اعوان شریف کے مدرسہ میں پانچویں جماعت کا امتحان پاس کرلیا تو مزید تعلیم کیلئے زمیندار سکول گجرات میں داخل کروا دیئے گئے۔ یہ دور ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء کا ہے۔ اس وقت مہمدہ غربی کے مکان میں مستقل رہائش اختیار کرلی گئی۔ مہمانوں کیلئے مسجد کے ساتھ حجرہ تعمیر کروایا اور خود ہی اس کے کرایہ دار ہو گئے۔ دن میں اسی حجرہ میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا ڈیرہ تھا۔ درمیان میں ایک کھڑکی رکھ لی جو پانچوں وقت مسجد جانے کا راستہ تھا اور صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ نے ۲۳ مارچ ۱۹۳۷ء کو چھٹی کا امتحان پاس کرلیا۔ اس کامیابی پر تمام اساتذہ کو چائے پر مدعو کیا گیا۔

صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ نے گورنمنٹ زمیندار ہائی سکول گجرات میں دسویں تک

Marfat.com

تعلیم حاصل کی ۔ ابھی امتحان نہ ہوا کہ آپ واپس اوان شریف چلے گئے ۔ اور مظہر صاحب دسویں کا امتحان دیے بغیر سکول سے فارغ ہو گئے ۔ اوانشریف کی دوبارہ رہائش میں عربی تعلم کی طرف توجہ کی گئی بلکہ ایک عربی مدرسہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ جس میں دور دراز سے اساتذہ کو لایا گیا۔ ان میں حضرت مولانا مولوی محمد عبدالرحمٰنؒ صاحب نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔طلباء میں حضرت برکت علی شہیدؒ مئولف مقاماتِ محمودؒ اور مولوی طالب حسینؒ مرحوم اور صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ ہمدرس رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا: اسی دور میں سائیں کرم الٰہی عرف کانواں والی سرکار گجرات کے مشہور مست درویش بقید حیات تھے۔ ان کے ہاں جب لوگ آتے تو وہ مہمدہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے: جاؤ ادھر چلے جاؤ تمہیں کھانا مل جائیگا۔ گویا حضرت صاحبزادہ صاحب کی موجودگی کو وہ محسوس کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کی زیارت کا خیال آیا کیونکہ ان کی بیماری کا متواتر سنا جا رہا تھا۔ بالآخر ارادہ باندھ لیا اور پیدل ہی چل دیے۔ احتیاط یہ کی کہ چھپ چھپا کر جانا ہو۔ سائیں صاحب کے ڈیرہ کے اردگرد بیری کے لاتعداد درخت تھے۔ ان کی اوٹ میں سائیں صاحب کے لئے کچھ فاصلہ پر جا کھڑے ہو گئے ۔ اس وقت سائیں صاحب لحاف اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ خیال آیا، آئے سائیں کو دیکھنے تھے مگر اس نے تو لحاف اوڑھ رکھا ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے منہ پر سے لحاف اٹھا دیا۔ اس کے بعد معاً خیال آیا یہ دیکھنا کیا ہوا اگر حالت نشست میں نہ دیکھا جائے۔ اس پر سائیں نے اٹھنا شروع کیا مگر بصد دقت کوئی پانچ سات منٹ سیدھا ہونے میں لگ گئے ۔ اور

ساتھ ہی سانس پھولنے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ سائیں صاحب اٹھے ہی تھے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو احساس ہوا کہ جو کچھ ہو رہا ہے میرے خیال سے متاثر ہو کر ہو رہا ہے۔ سائیں اس قدر کمزور ہے اسے خواہ مخواہ تکلیف دی گئی ہے۔ یہ تصور آنا تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی طبیعت کو سخت دھچکا لگا اور فوراً واپس آ گئے۔ چند قدم واپس چل کر پیچھے دیکھا تو حضرت سائیں صاحب پھر اسی پہلی وضع پر لیٹ چکے تھے۔

بہاؤلپور اور بہاؤ لنگر کا سفر

اعوان شریف میں گھریلو حالات خوشگوار نہ تھے بلکہ حالات کی ناخوشگواری مدت سے پرورش پا رہی تھی۔ دو سوتیلے بھائیوں نے تعاون کیا کرنا تھا حضرت صاحب کے ساتھ اختلاف کا سامان مہیا کرنے لگے۔ چنانچہ اس تصور سے کہ وہ لوگ ہر چیز کو سنبھال لیں آپ خود کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔ ۹ فروری ۱۹۳۵ء کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ دو رات لاہور میں قیام فرمایا اور ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء کو بہاؤلپور پہنچ گئے۔ ۱۷ جون کو واپس آوان شریف آئے اور ۲۱ جون ۱۹۳۵ء تک قیام کیا۔ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء کو واپس بہاولپور پہنچ گئے۔ یہ قیام ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء تک رہا۔ بعد میں دہار یوال ضلع گورداسپور تشریف لئے گئے۔ اور یہ قیام ۱۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔ سفر کے سامان سے محسوس ہوتا ہے کہ عارضی رہائش کا خیال نہ تھا۔ حالات نے مجبور کر دیا تھا کہ کہیں مستقل کنارہ کشی کر لی جائے چنانچہ تمام اہل خانہ، دو خادم عورتیں، جو مستقل طور پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے گھر میں رہیں اور خادم خاص بابا ہاشم علیؒ مرحوم ہمراہ تھے۔ چوہدری غلام غوث صمدانیؒ مصنف مثنوی صمدانی۔ فارسی منظوم

حضرت قاضی صاحبؒ کے مایہ ناز ارادات مندوں میں سے تھے۔ وہ بہاؤلنگر میں مہتمم انہار متعین تھے۔ ان کے ہاں یہ قافلہ خیر و برکت خیمہ زن ہوگیا۔ چوہدری صاحب کے خلوص اور عقیدت کی انتہا نہ تھی۔ ایک دفعہ راقم الحروف کو فرمایا: حضرت قاضی صاحبؒ کے ہاں جس قدر لوگ آئے ہیں ان میں چوہدری صاحب کے ساتھ میری طبیعت زیادہ بے تکلف ہے اگر کبھی پیسے کی ضرورت ہوتی تو صرف چوہدری صاحب ایسے مخلص دوست تھے جن سے بلا جھجک مطالبہ کرلیا جاتا۔

بہاؤلنگر میں ایک ماہ گزارنے کے بعد حضرت بہاؤلپور تشریف لے گئے۔ وہاں چوہدری صاحب کا تبادلہ ہوگیا تھا۔ یہاں کی رہائش سال بھر تک رہی۔ پھر یہاں سے بھی سیر و سلوک کا مقدس طریقہ آپ کو دھاریوال ضلع گورداسپور لے گیا۔ وہاں حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے فدائی حضرت باؤ غلام محمد مرحوم ٹھیکیدار گورنمنٹ برطانیہ رہائش پذیر تھے۔ بڑی منت سماجت کے ساتھ چوہدری غلام غوث صاحب صمدانی مرحوم سے اجازت طلب کی۔ چنانچہ دھاریوال کی رہائش کا عرصہ ایک سال تک رہا۔ اس طرح یہ نقل مکانی کا عرصہ اڑھائی سال تک پھیلا ہوا ہے۔

گدی نشینی کا مقدمہ

ہر شخص کی زندگی بعض اہم واقعات سے پر ہوتی ہے۔ مگر اکابر حضرات کی زندگی کے اہم واقعات روشنیوں کا مینار ہوتے ہیں۔ ان کی عظمت و رفعت سے دوسرے لوگ بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی صاحبزادہ صاحبؒ کی زندگی کے اہم واقعات میں سے ہے اور اسی واقعہ سے آپؒ کی شخصیت کا اصل روپ ہر ذی فہم کے

Marfat.com

سامنے کھل جاتا ہے۔ ہوا یہ کہ ۱۹۳۴ء میں آپؒ کے سوتیلے بھائی جناب حافظ فضل نور صاحب اور حکیم سید نور صاحب نے سول عدالت گجرات میں گدی نشینی اور دیگر املاک کی وارثت کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بہاؤ لنگر منتقل ہو چکے تھے۔ وہاں نوٹس گیا تو مقررہ تاریخ پر تشریف لائے مقدمہ کی پیروی کیا کرنا تھی پہلی پیشی پر ہی گدی نشینی اور جملہ املاک سے دست برداری کا بیان داخل کر دیا۔ اس غیر متوقع بلکہ غیر معمولی اقدام نے ہندو جج اور مدعیان کے وکیل اکبر فاروقی وزیر آبادی کو حیرت میں ڈال دیا۔ جج نے سمجھا شاید دور کے سفر سے آرہے ہیں اور کچھ مغلوب الحال ہو کر ایسا بیان دے رہے ہیں اس نے کہا ٹھنڈے دماغ سے غور کیجئے اور باہر کچھ وقت کیلئے تشریف لے جایئے غالباً آپ نے جلدی میں فیصلہ کیا ہے اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ انتہائی سوچ بچار کا نتیجہ ہے اور پورے ٹھنڈے دماغ سے متواتر غور وفکر کے بعد یہ بیان دیا جا رہا ہے چنانچہ اس مقدمہ کا فیصلہ مدعیان کے حق میں ہو گیا۔ بقول عارف رومی

اونمی درنست کہ ایشاں رستہ اند بر دریچہ نور دل بنشتہ اند
سایہ خود را زِخود دانستہ اند چابک و چست و کش برجستہ اند
اصل آں ترکیب راچوں دیدہ اند از فروغ و ہم کم ترسیدہ اند
ایں جہاں راکہ بصورت قائم است گفت پیغمبر کہ حلم نائم است
از رہ تقلید تو کردی قبول سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول

ترجمہ: اسے کیا پتہ کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں اور دل کے روشن دریچہ میں مقیم

Marfat.com

ہیں۔ اپنے سایہ کو اپنے آپ سے جدا کر چکے ہیں اور اس میں پورے ماہر کامل ہیں۔ جب ترکیب انسانی کی حقیقت کو انہوں نے دیکھ لیا تو پھر وہم کی زیادتی سے وہ بے خوف ہو چکے ہیں۔ یہ سارا جہاں صرف اور صرف ایک فوٹو کی طرح ہے حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق خوابِ خوابیدہ ہے۔ تمہارا تسلیم کرنا صرف کہنے کہلانے پر موقوف ہے جبکہ سالک لوگوں نے اس جہاں کی ناپائیداری کو واضح اور روشن صورت میں دیکھ لیا ہے۔

جج صاحب بمع وکیل صاحب بلکہ مدعیان بھی چونکہ سلوک کی منازل سے ناواقف تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ گدی نشینی ایک مادی متاع ہے جس میں ہمارا فیصلہ اثر انداز ہوسکتا ہے۔ اور ہم قلم سے کسی کو گدی نشینی سے محروم کر سکتے ہیں اور کسی کو وارث بنا سکتے ہیں۔ بقول اقبال

من کی دنیا ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دنیا چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

گدی نشینی کی اصل حقیقت تو حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا فیضان نظر تھا جو ہر لمحہ حضرت صاحبزادہ صاحب پر ''ضوء فشان تھا'' اور وہی ان کی دنیا و آخرت کی متاع جمیل تھی۔ یہ ایسی دولت عظمیٰ تھی جس میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سامنے یہ حقیقت روشن تھی اس لئے زمین کے چند

ٹکڑوں پر معمولی سی گفتگو کو بھی آپ نے مناسب نہ سمجھا۔ اس یک لخت فیصلہ کو نادان لوگ بھانپ نہ سکے کہ حقیقت کیا ہے؟

تا قیامت هست از موسیٰ نتاج
نور دیگر نیست دیگر شد سراج
ایں سفال و ایں فتیله دیگر است
لیک نورش نیست دیگر زاں سرا
گرنظر در شیشه داری گم شوی
زانکه در شیشه است اعداد و دوئی
گر نظر بر نور داری وارهی
از دوئی اعداد جسم ای منتهی

(صفحہ ۲۱۷ مثنوی شریف)

ترجمہ: قیامت تک حضرت موسیٰ کی اولاد پیدا ہورہی ہے۔ روشنی وہی ہے صرف چراغ اور ہے۔ یہ مٹی اور یہ دیے کی بتی اور ہے۔ البتہ روشنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر تم نے شیشہ کو دیکھا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ کیونکہ شیشے تو کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر تم نے روشنی کو دیکھ لیا تو ہر قسم کی دوئی سے نجات پا جاؤ گے۔

ظاہر ہے جب مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں ہو گیا تو اس کی تشہیر و توثیق پر توجہ دی گئی۔ فیصلہ کی نقول وصول کر کے اخبارات میں بھیج دی گئیں۔ پھر مشہور مشہور خانوادوں اور شخصیات کو بھی مطلع کیا گیا اور آئندہ کا پروگرام بھی روانہ کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر عرس کا انعقاد ہوا۔ اور دعوت نامے بھی پہنچا دیئے گئے۔ اچھے خاصے

لوگ شامل ہوئے۔ مگر اہل دل حضرات کیلئے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ کیونکہ جن حضرات نے عرس مبارک کو روحانی اجتماع کا ذریعہ جانا تھا وہ محروم رہے۔ وجہ صاف ظاہر تھی کہ صاحبزادگان جو گدی نشینی پر فائز تھے خود روحانی دولت سے محروم تھے اس دور میں بہت سے اصحاب صدق وصفا جو حضرات قاضی صاحب قدس سرہ کے زیر تربیت رہ چکے تھے موجود تھے۔ وہ اس محرومی کو برداشت نہ کر سکے۔ روحانی کیفیت و سرور سے محرومی ایک انتہائی دکھ بھری محرومی ہے خصوصاً ان شناساء جادہء حق کیلئے جو اس سرور و بے خودی میں سرشار رہ چکے ہوں۔

ہجرت مدینہ میں صحابہ کرام کس کشش سے بہرہ ور تھے۔ وہ کیا جذب تھا جس نے ہر چیز سے بے زار کر دیا۔ اور سفری صعوبتوں کو پرِ کاہ وزن نہ دیا۔ وہ صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ سے حجابی کیفیت کا نتیجہ تھا جو انتہائی طور پر بے قرار کر رہا تھا دیوانہ وار بلکہ پروانہ وار پرواز کر کے حضورِ اقدس ﷺ کے حضور حاضر ہوئے۔

ہم لوگ اپنی تاریکی قلب کیوجہ سے کیفیت ہجر کو نہیں جانتے کہ اس بُعد کا قلب وفکر پر کس قدر گہرا اور دائمی اثر پڑتا ہے۔ اس کا معمولی پرتو ہم لوگ مسجد نبوی ﷺ کے ستون سے لے سکتے ہیں جو آنحضرت کے فراق میں رونے لگ گیا۔

استن حنانہ در ہجر رسول
نالہ می زد ہم چوں ارباب عقول
در تحیر ماندۂ اصحاب رسول
کز چہ می نالہ ستون با عرض و طول

ترجمہ: رونے والا لکڑی کا ستون، آنحضرت ﷺ کے فراق میں دانش مند

لوگوں کی طرح رونے لگ گیا۔ صحابہ کرام حیرت زدہ تھے کہ اس لکڑی میں سے آواز کیسے آرہی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو بولا۔

مسندت من بودم از من تاختی
برسر منبر تو مسند ساختی

ترجمہ: حضرت! آپ ﷺ میرے ساتھ ٹیک لگایا کرتے تھے آپ نے مجھے چھوڑ دیا اور منبر پر جگہ بنالی میرے رونے کی وجہ آپ ﷺ کی جدائی ہے۔

(سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ)

روحانی فیوض و برکات کا کٹ جانا معمولی سزا نہیں ہے ارباب دانش و بینش ایسے تصور سے بھی کانپ اٹھتے ہیں جہاں روحانی ربط میں فرق آئے۔

گر اے زاھد دعائے خیرمی گوئی مرا ایں گو۔
کہ ایں آوارہ کوئے بتاں آوارہ تربادا

ترجمہ: جناب زاہد! مجھے بھلائی کی دعا دیتا ہے تو ضرور فرمایئے کہ محبوب کے کوچہ میں اس گرداں شخص کو اور زیادہ سرگرداں کردیجئے۔ (امین)

اس ناگوار اور ناقابل برداشت کیفیت کی وضاحت میں حضرت قاضی سلطان محمودؒ قدس سرہ کی ذات کا اپنا واقعہ جو بزبانِ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سنا گیا درج کیا جاتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ قدس سرہ کو انکے والد ماجد نے نیا جوتا پہنا دیا جو کہ سرخ رنگ کا تھا اور اس کی نوک خوب بلند اور خوبصورت تھی۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ جوتا پہن کر گجرات حاضر خدمت ہوئے مگر شاہدولہ صاحبؒ نے کوئی

Marfat.com

توجہ نہ فرمائی بلکہ بے رخی اور ناراضگی محسوس ہونے لگی۔ اور اس حد تک بے آبادی اور بے قراری بڑھ گئی کہ سانس لینا بھی مشکل ہو گیا۔ بالآخر یہ سوچا کہ شاید یہ نخرہ والا جوتا پسند نہیں آیا۔ فوراً اتارا اور کسی سائل کو دے دیا اس عمل سے معمولی سی رہائی محسوس ہوئی مگر پوری رہائی کا احساس نہ ہوا۔ بالآخر تنگ آکر پیرزادگان کے اصطبل میں چلے گئے اور گھوڑوں کی لید ہاتھوں سے اکٹھا کرنا شروع کر دی ساتھ ہی کسی لوہے کے برتن میں ڈال کر سر پر رکھا اور جائے گندگی پر پھینکنا شروع کر دیا۔ اکثر لوگوں نے روکنا چاہا مگر مجبوری تھی۔ کیونکہ دلی کیفیت میں بہار آرہی تھی اور نوازشات کی بارش شروع تھی اس لئے ان کے کہنے کو آپ نے درخور اعتناء نہ سمجھا۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس حجابی کیفیت کو دور کرنے میں کاملان راہ حق کس حد تک چلے جاتے ہیں۔

اس جیسی کیفیت کو لے کر تمام متوسلین بہاؤ لنگر حضرت صاحبزادہ صاحب کے حضور پہنچنا شروع ہو گئے۔ کیونکہ اعوان شریف کی فضا حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے انوار و تجلیات سے خالی ہو چکی تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب تھوڑے عرصے کے بعد واپس گجرات مہمدہ غربی میں رہائش پذیر ہو گئے اور متواتر پانچ سال تک یہیں قیام کیا۔ قابل غور امر یہ بھی ہے کہ آپ نے مہمدہ کا رہائش کیلئے انتخاب کیا اور لب سڑک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ اس میں تمام عقیدت مندوں کیلئے قیام کی آسائش تھی اور یہ ایک شاہدولہ صاحب اور حضرت قاضی صاحب کے درمیان ایک پل کی مانند مقام تھا۔

قرآن کریم سورۃ توبہ میں روحانی انقطاع کے مابعد اثرات کے واقعات کو

Marfat.com

دائمی اور لازوال بنا دیتا ہے۔ جب تین صحابہ اکرام جنگ تبوک میں نہ گئے اور مدینہ پاک ہی قیام کیا۔ آنحضرت ﷺ واپس آئے تو انہیں بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے علیحدہ کر دیا گیا جو ان تین صحابہ اکرامؓ پر گزری فرمان الٰہی اس کی بایں طور صورت بیان کرتا ہے۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوا
اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o

ترجمہ: وہ تین صحابہ (کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیہ) جو حضور ﷺ کی معیت سے بچھڑ کر رہ گئے۔ ان پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی۔ دل اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ و تاریک ہو گئے اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ کائنات میں اب ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ صرف اور صرف ایک بارگاہ خداوندی ہے۔ پھر ان کی توبہ قبول ہوئی تاکہ وہ پھر حضور ﷺ کی محفل میں حاضر خدمت ہوں بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا اور ترس مند ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

گجرات واپسی

پہلے ذکر آ چکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بہاؤ لنگر، بہاولپور اور دہاریوال کی بحکم الٰہی ہجرت سے واپس تشریف لائے۔ یہ واپسی ۱۴، اکتوبر ۱۹۳۶ء کو

Marfat.com

ہوئی اور آپ نے گجرات ہی میں مستقل رہائش اپنا لی۔ محمدہ غربی میں لب سڑک مکان بنالیا۔ وافدین کیلئے مسجد کا حجرہ خود تعمیر کیا اور آپ ہی کرایہ دار بن گئے۔ یہ رہائش ۱۸ اگست ۱۹۳۸ء تک رہی۔

حضرت صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ کو زمیندار ہائی سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ چونکہ طبیعت میں بے کارنشینی بھلی نہ لگتی تھی اس لئے یہاں کاروباری مصروفیت بھی بنا لی۔ تقریباً چار عدد تانگے تیار کر لئے گئے جو گجرات تا اعوان شریف تک روٹ استعمال کرتے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ اعوان شریف سے منسلک رہنا تھا۔ شہر میں رہ کر دیہی ضروریات کی کفالت اس انداز سے ہی ممکن ہوسکتی تھی۔ شہر کے علماء کا اکثر ہجوم رہتا اور علمی مباحث پر گفتگو ہوتی۔ اس طرح مصروفیت رکھ کر تقریباً پانچ سال بسر کر دیے۔ جب مظہر الحق صاحبؒ دسویں کلاس میں تھے تو آپ پھر واپس اعوان شریف تشریف لے گئے اور قیامِ پاکستان تک وہیں قیام رہا۔

جناب مظہر الحق صاحب کی شادی

۱۹۴۱ء کو حضرت نے اکلوتے بیٹے جناب مظہر الحق صاحبؒ کی شادی کر دی۔ اس وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ اصل میں اس شادی کا فوری اہتمام جناب مظہر الحق صاحبؒ کی والدہ مرحومہ کا اصرار تھا۔ ان کی طبیعت کا اقتضاء اکلوتے بچے کی خوشی کا دیکھنا تھا۔ پھر یہ بھی وجہ تھی کہ ان کی صحت چنداں قابل رشک نہ تھی اور ایسا ہی ہوا شادی کے ایک دو سال بعد ان کی طبیعت بگڑنے لگی اور ان کی صحت بحال نہ ہوسکی۔ شادی موضع برنالہ (آزاد کشمیر) میں سرانجام پائی۔ جہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کی

Marfat.com

اپنی شادی بھی ہوئی تھی۔ بارات میں بڑی رونق تھی، تمام عمائدین علاقہ موجود تھے۔ پیدل سفر تھا یا گھوڑی ذریعہ سفر تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ خود بہ نفس نفیس اس تقریب سعید میں شامل تھے۔اس مبارک اور پرمسرت موقع پر خداداد صلاحیتِ جودوسخا کے مناظر دیکھنے میں آئے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اعوان شریف سے چل کر بارات نے موضع آہی میں ٹھہرنا تھا۔ یہ حضرت برکت علی شہیدؒ مؤلف ''مقامات محمود'' کا آبائی گاؤں ہے۔ چنانچہ انہوں نے چائے اور مٹھائی کے ساتھ ساتھ کلام شاعر بزبان شاعر کے طریقے سے دلچسپ انداز میں درج ذیل دو منظوم تہنیت نامے پیش کیے۔

اے سپہر دانش و حکمت کے روشن ماہتاب
اے امیر کاروانِ علم و ارشاد و ثواب
تیرا دل اس آفتاب عشق سے ہے مستنیر
تیرہ دل ذروں کو جس نے کر دیا مہرِ منیر
جس کی تابانی سے خورشید فلک شرمندہ ہے
قلب اہل شوق جس کے نور سے تابندہ ہے
نصب ہے اب تک یہاں جس کی شرافت کا علم
جاہ و حشمت عزت و اقبال و عظمت کا علم
رتبہ میں بڑھ کر ہے گردوں سے بھی جس کی بارگاہ

Marfat.com

جو ہے زہد و معرفت کی مملکت کا بادشاہ
مفتخر ہے سر زمین یہ جس کے فیض نور سے
مرتبے میں کم نہیں ہر گز یہ کوہ طور سے
تو بھی اس کے گلستان کا ایک شگفتہ پھول ہے
چشم اہل ذوق میں محبوب ہے مقبول ہے
مایہ صد ناز ہے اپنے لئے اس کا ورود
اے مہ علم و عمل اے منبع اکرام وجود
کس طرح ہو شکریہ مجھ سے بھلا اس کا ادا
ذرۂ ناچیز ہوں میں تو ہے خورشید ہدٰی
آج ہے باغ مسرت میں بہار آئی ہوئی
اہل محفل پر ہے مستی عیش کی چھائی ہوئی
جوش میں شادی کے نغمے گا رہی ہیں بلبلیں
رقص میں مدہوش ہوتی جا رہی ہیں بلبلیں
ساقیٔ عشرت کے لب پر غل ہے نوشا نوش کا
ذرہِ ذرہ مست ہے اس وادیٔ خاموش کا
جام بھر بھر کر پیو رندو مسرت کی شراب
ہے بہار گلشن عشرت پہ آج آیا شباب
میں بھی گو شامل ہوں دل سے بزم عشرت کوش میں

Marfat.com

ہاں مگر اب ساقیا رہنے دے مجھ کو ہوش میں
تا کہ میں اس اہل عظمت مہمان کے سامنے
صدق دل سے کار ساز بے کساں کے سامنے
کر سکوں پیش اب ذرا ہدیہ مبارک باد کا
ہے بس اتنا ہی تقاضا خاطر دل شاد کا
بے بضاعت ہوں مگر میں اے شہ عالی وقار
لے کے آیا ہوں خلوص دل بہ عجز و انکسار
ہے زبان پر تہنیت لب پر دعا دل میں وفا
بس یہی کچھ لے کر آیا ہے شہیدؔ بے نوا
ہے یقین تیرا کرم، کر لے گا یہ ہدیہ قبول
کیونکہ ہے ذرہ نوازی تیری فطرت کا اصول

(مقام آہی، چار دسمبر ۱۹۴۱ء برکت علی شہید)

مبارک ہو تجھے اے مظہر الحق ناز کا سہرا
نشان عشرت و عیش و مسرت ہے تیرا سہرا
تیرے جذبات کا مظہر ہے اے مظہر تیرا سہرا
حقیقت کی زبان ہے اور میرا ہم نوا سہرا
بنا ہے اس لئے آئینہ فضل خدا سہرا
کہ تیرے منہ کے آگے ہو سکے جلوہ نما سہرا

Marfat.com

تیرے سر پر ہوا سایہ فگن فرط عقیدت سے
نہ کیوں محبوب چشم شوق ہو یہ خوشنما سہرا
بزرگوں کی کرامت کے اثر سے اب عجب کیا ہے
جو ہو جائے زبان حال سے محوِ دعا سہرا
ذرا دیکھ او گل باغ سعادت اپنی رعنائی
ہوا جاتا ہے فرط شوق میں تجھ پہ فدا سہرا
تمہیں کہہ دو بھلا کیا اس خوشی کی انتہا ہو گی
جہانِ عیش و راحت میں ہے جس کی ابتداء سہرا
گلستان میں ہے چھیڑا بلبلوں نے نغمۂ شادی
وفور شوق سے گا تو بھی اے باد صبا سہرا
میرے دل کی تمنا ہے یہی اے جانِ زیبائی
تیرے سر پر رہے اقبال و عزو جاہ کا سہرا
جہاں یہ بے بہا تحفے عزیز و دوست لائے ہیں
وہاں لایا ہے محفل میں شہید بے نوا سہرا

(برنالہ، پانچ دسمبر ۱۹۴۱ء برکت علی شہید)

بچے کی پیدائش

۲۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ کے ہاں صاحبزادہ محمود الحق صاحبؒ کی پیدائش ہوئی۔ حسنِ اتفاق یہ ہوا کہ جس روز پیدائش ہوئی پیر نصیب علی شاہ

Marfat.com

مرحومؒ آف چھالے شریف، جو مادرزادولی کامل تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ قدس سرہ کے مزار پر تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو معلوم ہوا تو حضرت شاہ صاحبؒ کو گھر ہمراہ لے آئے اور نومولود کو گھٹی انہیں کے دست مبارک سے دلوائی۔ صاحبزادہ محمود الحقؒ کے مزاج میں جو سادگی اور صفائی موجود ہے انہی مادرزاد ولی کامل کے دست مبارک کی طفیل نظر آتی ہے۔(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

تو چناں خواھی خدا خواھد چنیں

می دھد حق آرزوئے متقین

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی خوشی ومسرت کے وقت ڈائری ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۲۴۹ پر یہ الفاظ تحریر فرمائے: یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ یَا خَیْرَ النّٰاصِرِیْنَ.

ایں چہ احسان است قربانت شوم

والدہ صاحبزادہ مظہر الحق کی وفات

صاحبزادہ صاحب مظہر الحق صاحبؒ کی دورانِ تعلیم شادی کا فوری سبب ان کی والدہ ماجدہ کی متواتر بیماری تھا۔ انہیں پھیپھڑوں کی تکلیف تھی۔ جو دمہ کی صورت اختیار کر گئی۔ اگرچہ مقامی اور غیر مقامی حکماء اور انگریزی معالج حضرات سے علاج کروایا گیا۔ مگر بیماری میں کمی نہ ہوئی۔ لاہور کے مشہور ڈاکٹر بھی بلائے گئے مگر طبیعت میں اِفاقہ نظر نہ آیا۔ بالآخر ۲۱ اپریل چھ بجے صبح ۱۹۴۷ء بروز سوموار بمطابق ۲۸ جمادی اول ۱۳۶۶ھ کو اعوان شریف میں ہی انتقال ہوا۔ اس غم واندوہ سے لبریز موقع پر

Marfat.com

حضرت صاحبزادہ صاحب نے ۱۹۴۷ء کی ڈائری پر یہ کلمات تحریر فرمائے: ''آج چھ بجے صبح کے قریب خادمہ لنگر حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ اس دار ناپائیدار سے رحلت کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، غفر اللہ لھا و جعل الجنۃ مثواھا (آمین) ان کا مزار قاضی صاحب قدس سرہ کے مزار کے عین مغرب میں واقع ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب گاہ بگاہ ان کا ذکر فرماتے تھے۔

قدرت نے انہیں انتظامی صلاحیتیں وافر مقدار میں عطا کی تھیں۔ ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت قاضی صاحب کا سالانہ عرس بند کر دیا گیا۔ اس بندش کے اسباب میں بڑا سبب حضرت مائی صاحبہ کی غیر موجودگی تھا۔ جن کی خصوصی توجہ نے ہر خاتون کو جو عرس پر آتی، پابند قواعد و ضوابط بنا رکھا تھا۔ اس قدر کثیر تعداد میں عورتوں پر قابو رکھنا انہیں کا منصب تھا۔ عرس مبارک پر کوشش فرماتے کہ ہر عورت مصروف رہے تاکہ فراغت کے لمحات انہیں سنجیدگی سے دور نہ لے جائیں۔

Marfat.com

بچے کی پیدائش

صاحبزادہ منصور الحق صاحبؒ طال اللہ عمرہ ۹ جون ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ منصور الحق صاحب کے مزاج اور قلبی وسعت میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خصوصی توجہ کا پرتو کارفرما ہے۔ جس شفقت اور محبت سے انہیں نوازا جاتا رہا، وہ ان ہی کا حصہ تھا۔ ان کی پیدائش کے موقع پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے ۱۹۴۷ء کی ڈائری میں بدیں الفاظ تذکرہ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانَا مِنْ نِعَمَائِهٖ مَا اَعْطَانَا وَ نَشْكُرُهٗ
عَلٰی مَا وَهَبَ لَنَا مِنْ مَوَاهِبِهٖ مَا وَهَبَنَا وَ نُصَلِّی وَ نُسَلِّمُ
عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ هُوَ وَسِیْلَتُنَا فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ؁

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنی نعمات ہم پر نازل فرمائیں اور ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ اس کی تمام بخششوں پر جو اس نے عطا کیں۔ ہم درود وسلام اس کے رسول پر بھیجتے ہیں جو ہمارا وسیلہ ہیں دنیا و آخرت میں۔

اس ایک فرمان سے ہی پوری شفقت کا نقشہ نظر آ جاتا ہے کہ صاحبزادہ منصور الحق صاحبؒ کے لڑکے صاحبزادہ رضوان منصور عرف رضیؒ کو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ شیر کا بچہ کہہ کر پکارتے تھے۔ کبھی کبھار شبلی کا لفظ بھی فرما دیتے۔

زَادَهُمُ اللّٰهُ فَضْلاً وَّ كَرَمًا.

پاکستان کا قیام اور گجرات میں رہائش

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ یہ دور انتہائی بے امنی اور لوٹ کھسوٹ کا تھا۔ خصوصاً ریاست جموں وکشمیر میں بھارت نے قبضہ جمانا شروع کیا۔ ادھر پٹھان لوگ کثیر تعداد میں ریاست میں داخل ہو گئے۔ لوٹ مار اور آتش زنی کا بازار گرم ہو گیا۔ ان حالات میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ترک سکونت کا ارادہ فرما لیا۔ اور یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو گجرات محلہ غربی کے ایک محدود سے مکان میں رہائش فرما لی۔ مسجد کا قرب تھا۔ اس کے حجرہ کی مزید تعمیر کروا کر یہ جگہ مہمانوں کی اقامت گاہ بنا لی اور اس کا کرایہ مسجد فنڈ میں جمع کروانا شروع کر دیا۔ ۳ اگست ۱۹۴۸ء کو موجودہ

کوٹھی ۲-۲ سول لائنز کرایہ پر حاصل کی پھر اسے خرید لیا۔ پھر تمام زندگی اسی مکان میں رہائش پذیر رہے۔ کھیتی باڑی بچپن سے شوق تھا۔ چنانچہ کاشت کیلئے ایک بنجر خطہ زمین تقریباً چار بیگہ خرید لیا گیا۔ جس میں کنواں بنوا کر کاشت شروع کر دی۔ بعد میں ٹیوب ویل نصب کروا دیا۔ اسی خطہ زمین میں اب حضرت صاحبزادہ صاحب کی آخری آرام گاہ ہے۔

زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو میں نے دیا پیغام الوندی

یہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کی راست معاملگی اور حق شعاری کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے یہ زمین آپ کے فرزند ار جمند صاحبزادہ مظہر الحقؒ کے نام پر خریدی جا رہی تھی۔ جب اس زمین کا سودا طے پا گیا تو بیعانہ کی تحریر کی تیاری کے وقت وکیل یا وثیقہ نویس نے مظہر صاحب کو مشورہ دیا کہ زمین کی قیمت زیادہ ظاہر کی جائے تا کہ کل کلاں اڑوس پڑوس کی زمین کا کوئی مالک حق شفعہ کا دعویٰ نہ دائر کر سکے۔ یہ بات جب حضرت صاحبزادہ صاحب کے علم میں آئی تو آپ فرمانے لگے کہ جس سودے کی ابتداء ہی جھوٹ سے کی جائے اس میں خیر کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔ جو قیمت طے پائی ہے وہی بیعانہ میں درج کی جائے۔ مجھ سے جو بھی جب بھی پوچھے گا میں اصل قیمت خرید ہی بتاؤں گا۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ کسی نے بھی حق شفعہ کا مقدمہ دائر نہ کیا۔ بلکہ کچھ سالوں کے بعد حکومت کو عزیز بھٹی شہید ہسپتال کیلئے جگہ حاصل کرنا تھی تو ابتدائی سروے میں یہ زمین بھی شامل تھی۔ مگر ہسپتال کی تعمیراتی نقشہ تیار کرتے وقت ہسپتال کی ضروریات

Marfat.com

آپ کی زمین کے کچھ حصے سے پوری ہوگئیں اور باقی زمین کو حاصل کرنے کی نوبت ہ نہ آئی۔

قیام گجرات اور مصروفیات

جب تک نظر درست رہی مطالعہ کا شوق پورا ہوتا رہا۔ عربی، فارسی اور اردو کتب جہاں حضرت تشریف فرما ہوتے ساتھ ہی میز پر پڑی ہوتیں۔ ملاقات کیلئے آنے والوں سے جب قدرے فرصت ملتی تو فوراً کتب بینی میں مصروف ہو جاتے۔ بعض دفعہ ایسا بھی دیکھا گیا کہ مطالعہ میں اس قدر محو ہو گئے کہ مہمان کو انتظار کرنا پڑتا۔ اگر کبھی کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے دن بھر مطالعہ کا موقع نہ ملتا تو رات کو تاسف فرماتے کہ آج کا دن کتب بینی کے بغیر گزر گیا۔ نظر کی بندش کے بعد کتب بینی سے محرومی کا خیال سخت دکھ دیتا۔ مگر صبر و تحمل اور رضا بر قضا کی کیفیت زبان سے اظہار شکایت نہ ہونے دیتی۔ صاحب علم حضرات کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوتی، کیونکہ انہیں کتب پڑھنے کا حکم فرماتے۔ اس مصروفیت کو اس قدر وقعت دیتے کہ باقی تمام مصروفیات نظر سے اوجھل ہو جاتیں۔ ایک دفعہ چند احباب کی محفل میں قرآن کریم کی آیات کی شرح مختلف عربی تفاسیر میں سن رہے تھے۔ اندازاً دو گھنٹے کا وقت صرف ہوگیا۔ جب یہ محفل قریب الاختتام ہوئی تو فرمایا، الحمد للہ اس وقت کا حساب عند اللہ نہیں لیا جائیگا کیونکہ ہماری مصروفیت میں صرف قرآن کریم کا مطالعہ شامل رہا ہے۔

حضرت خواجہ محمود الحسن صاحبؒ کا بیان ہے کہ مجھ سے عربی کتب پڑھ کر سنانے کا ارشاد فرماتے۔ اگرچہ میری علمی استعداد سے آپ پورے پورے واقف

تھے۔ جب کوئی علمی شخصیت موجود نہ ہوتی تو حضرت عربی فارسی سے نا آشنا حضرات سے عربی عبارت سنتے۔ مقصد مفہوم و مطالب سے آگاہی تھا اور وہ اس طرح حاصل کرنے کی کوشش فرماتے۔

دن بھر مختلف شہروں سے مرد عورتیں ملاقات کو حاضر ہوتے۔ ان کی آمد پر ان کے حسب مذاق تواضع فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کی عرض داشتیں پوری توجہ بلکہ انہماک سے سنتے، اور ان کو راضی بہ قضا کی تلقین فرماتے۔ تاہم بعض لوگوں کو تعویذ عنایت فرماتے اور بعض لوگوں کیلئے حاضرین کو ساتھ شامل کر کے دعائے خیر فرماتے۔ دعائے خیر کی ابتدا اکثر درود پاک سے کرتے اور آخر میں قصیدہ بردہ شریف کا مشہور شعر ادا کرتے:

هو الحبيب الذی تُرجیٰ شفاعتُه

لكل هول من الاَهْوَالِ مُقْتَحِم

یہاں ایک چیز خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ (تعویذ وغیرہ کا) کوئی نذرانہ قبول نہ فرماتے۔ ایک ارادت مند جو کبھی کبھار بے تکلفی سے کام لے لیتا تھا۔ عرض کیا کہ حضرت آپ کا یہ طریقہ دستور پیری کے خلاف ہے تو آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ اول تو میں پیر ہوں نہیں، دوسرے پیر کا کام کچھ دینا ہوتا ہے لینا نہیں۔ علاوہ ازیں آپ رقیق القلب اور مزاج شناس تھے۔ ایک دفعہ ستم ہائے روزگار کا ایک مارا اپنی بپتا آپ کے گوش گزار کر رہا تھا کہ اس کی داستانِ غم سنتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ جب ذرا رکا تو پاس بیٹھے ایک ارادت مند نے حضرت کے

Marfat.com

فرطِ احساس کے مدنظر اسے روکنا چاہا اور کہا اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اللہ کی شکایت اس کے بندوں سے نہیں کرنی چاہیئے۔ تو آپ نے ارادت مند کو روکا کہ یہ شخص مجھ سے اللہ کی شکایت نہیں کر رہا بلکہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہے اور یہ ایک دکھی کا مجھ پر حق بنتا ہے۔

بعض وافدین دو چار دن یا زیادہ دنوں کیلئے حاضر ہوتے۔ ایسے حضرات عشاء کے بعد حاضر خدمت ہوتے۔ یہ محفل انتہائی بے تکلفانہ انداز میں بپا ہوتی۔ دن بھر مصروفیات کے بارے میں حضرت سوال فرماتے خصوصاً کھیتی باڑی کیلئے موجودہ اور آئندہ پروگرام طے کیا جاتا۔ یہ معمول حضرت قاضیؒ صاحب قدس سرہ کے دور کی یادگار تھا، جہاں اصحاب کو دن بھر کی مشقت اور ریاضت کا صلہ ملتا۔

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہا است

ساحراں را خون بہاے دست و پا است

ساحراں ہم سکر موسیٰؑ داشتند

دار را دلدار می پنداشتند

ترجمہ: وہ نظر تمام رنج اور دکھ کی تلخی ختم کر دیتی ہے۔ جادوگروں کیلئے ہاتھ پاؤں کے کٹ جانے کا صلہ ہے۔ جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ کی بے خودی اور بے نیازی حاصل ہو چکی تھی (یہی وجہ تھی) کہ تختۂ دار کو انھوں نے محبوب و مرغوب جانا۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ ہر شخص سے ہم کلام ہوتے اور ان پر ان کی دن بھر کی کارکردگی کے مطابق انوار تجلیات کا پرتو ڈالا جاتا۔ بالکل ایسی ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کی محفل تھی جس کے انداز واطوار اس سے متشابہ تھے۔ یہ محفل دیر تک

Marfat.com

قائم رہتی، بعض اہل دل رات بھر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ چنانچہ حافظ سلیمان زَادَہُ اللّٰہُ فَضْلاً رات بھر کے خدمت گزارتے تھے۔ خصوصاً یہ خدمت آخری سالوں میں ازبس ہوگئی۔ جب کہ نظر کی بندش جسم کی کمزوری و علالت اور ان تمام حالات کے باوجود شب خیزی اور اس کے آداب کا بجالانا آپ کا اٹل معمول بن چکا تھا۔

رنج کے ماند دمے آں ذوالمنن
گویدت چونی تو ای رنجور من
ورنہ گوید کت نہ آں فہم و فن است
لیک آں ذوق تو پرسش کردن است
آں ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند
سوئے رنجوراں بہ پرسش مائل اند
ور حذر از ننگ و ازنامے کنند
چارئہ سازند و پیغامے کنند

ترجمہ: جب وہ محسن پرسش احوال کریں تو دکھ کہاں رہ سکتا ہے۔ اگر بالفرض وہ نہیں پوچھتے تو یہ بوجہ تیری کم فہمی کے تجھے معلوم نہیں ہورہا۔ جو لذت اور قلبی سکون مصائب میں تجھے حاصل ہے یہ ان کا پرسش احوال ہی ہے۔ وہ خوش ادا جو دل کے طبیب ہیں بیماروں کے حالات کا پتہ لگاتے رہتے ہیں۔ اگر بظاہر دکھاوے سے ڈرتے بھی ہوں تو وہ کسی اور انداز سے علاج اور پیغام دے جاتے ہیں۔

Marfat.com

قاضی صاحب کے عرس مبارک کی بندش

اللہ والوں کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے خداوندی کیلئے صرف ہوتا ہے۔ جس قدر روحانی پرواز ملتی جاتی ہے، مادی مقاصد اوجھل ہوتے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر قرآن کریم کا فرمان:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَo (سورۃ انعام آخر)

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ کہہ دیں بے شک میری نماز، قربانی، زندگی اور موت مالک الملک کے لئے ہے۔ وہ لاشریک ہے یہی مجھے حکم ملا اور میں پہلا ماننے والا ہوں۔

اسی حقیقت کی روکشائی کرتا ہے جن حالات میں عرس مبارک کے انعقاد کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا وہ قابل غور ہیں۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ 1919ء میں رحلت فرما ہوئے۔ ۲ مئی ۱۹۲۰ء کو حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی تعلیمات اور انوار تجلیات کے مرکزی افراد نے اجتماع کو چار چاند لگا دیے۔ ۱۹۵۳ء وہ سال ہے جب آخری عرس مبارک منعقد ہوا۔ یہ عرصہ ۳۵ سال کا بنتا ہے اس طویل عرصہ میں کثیر تعداد حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے دیکھنے والوں کی کائنات سے رخصت ہو چکی تھی ظاہر ہے جو آداب واحترام اور تقدس کا تصور ان میں موجود تھا وہ ان کی اولاد میں پایا جانا غیر متوقع تھا۔ اس لئے جو فضا خالصتاً تعلیم وتعلم کی تھی مکدر ہوتی جا رہی تھی۔ ان اجتماعات میں عورتوں کی شمولیت ناقابل انکار معاملہ ہے، عورتیں بچے ضرور شامل ہوتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی زوجہ محترمہ کو قدرت نے انتظامی امور کی

Marfat.com

وافر صلاحیت عطا کی تھی۔ حضرت محترمہ عرس مبارک پر تمام عورتوں کو مصروف رکھنے کا بندوبست فرماتیں ان کی نگرانی اور دیکھ بھال آپ کا ہی حصہ تھا۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ آٹا پیسنے کی چکیاں موجود تھیں جہاں ان عورتوں سے مشقت لی جاتی۔ جس میں ان کی روحانی اصلاح بھی مقصود تھی۔ گھر میں اسی قبیل کی اور بھی مصروفیات تھی جنہیں پیش نظر رکھا جاتا۔ حضرت مائی صاحبہ نے اپریل ۱۹۴۷ء کو رحلت فرمائی۔ اس چھ سالہ عرصہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے دیکھا کہ محاذ اب منتظم کی عدم موجودگی میں نگرانی سے خالی ہو چکا ہے۔ جس کا سنبھالنا اب دور کی بات ہے۔ چنانچہ مزید بگاڑ سے بچنے کیلئے عرس مبارک کی بندش ضروری ہوگئی۔

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ الْكِتَابَ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيَسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ٥ (سورۃ نساء آیت ۱۴۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سن لو کہ آیات الٰہیہ کا انکار ہو رہا ہے پھر مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم لوگ ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو تا وقتیکہ وہ کسی اور کلام میں مصروف ہو جائیں۔

وقف زمین کی ضبطی

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے دور میں وافدین کی کثرت نے ڈیرہ کے اخراجات میں اضافہ کر دیا۔ مستقل آمدنی کا ذریعہ اس زمانہ میں اور اب بھی زمین ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے آنے والے جانشین حضرات کے لئے

Marfat.com

یہ مستقل ذریعہ معاش بنادیا تاکہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا لنگر تا قیامت جاری رہے اور آنے والوں کو کم از کم خوراک تو میسر ہو۔ چنانچہ ستر بیگہ زمین جس میں بارانی اور چاہی دونوں شامل تھیں خود خرید کر مزار مبارک کیلئے وقف کر دی۔

ستمبر ۱۹۶۰ء میں حکومت پاکستان نے صدر ایوب خاں کے دور میں یہ فیصلہ کیا کہ خانقاہوں کی تمام املاک بحق سرکار ضبط کر لی جائیں۔ اور اس کی آمدنی کا کچھ حصہ خانقاہوں کی دیکھ بھال، سالانہ عرس اور ملحقہ مدارس پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ املاک کی تفصیل گدی نشین حضرات سے طلب کر لی گئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے واضح الفاظ میں گورنمنٹ کو مطلع کر دیا کہ میری مستقل رہائش گجرات مہمدہ میں ہے اور اعوان شریف کی زمین کا انتظام مجھ جیسے دور افتادہ شخص سے ممکن نہیں رہا۔ چنانچہ حکومت اس ستر بیگہ زمین کو اپنی تحویل میں لے لے۔ آپ کا اقدام تمام عقیدت مندوں اور نیاز مندوں کیلئے پریشانی کا باعث تھا چند سنگیوں نے گجرات کے مشہور دیوانی وکیل مرزا محمد یعقوب کو بلا لیا تاکہ اس اِقدام پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے معذرت کی جائے۔ مرزا صاحب کی دلیل بڑی وزنی تھی کہ وقف زمین کے خریدار زندہ ہیں۔ اب وہ اپنی وقف کردہ اراضی کو خود توڑ رہے ہیں

مرزا صاحب نے جب یہ دلیل پیش کی تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: مرزا صاحب ساٹھ ستر سال کی عمر میں اب حق الیقین حاصل ہونے لگا ہے کہ رزاق مطلق خداوند کریم ہے۔ دوسرے سنگیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ کہتے ہیں میرا رزق اس ستر بیگہ وقف زمین میں ہے جو دربار حضرت قاضی صاحب قدس سرہ

پر وقف کر دی گئی ہے۔

یہ جواب اس قدر مضبوط و مستحکم یقین کا آئینہ دار تھا کہ مزید کلام کی کسی شخص کو جرأت نہ ہو سکی۔ بالآخر ساری زمین حکومت پاکستان نے ضبط کر لی اور اس کی تمام آمدنی کو اپنی تحویل میں لے لیا اس پر طرہ یہ ہوا کہ زمین بے مزارع عرصہ دو سال تک پڑی رہی۔ کوئی شخص بھی ٹھیکہ یا اُجرت پر کاشت کرنے کو تیار نہ ہوا۔ محکمہ اوقاف نے پوری کوشش کر دیکھی مگر کسی کو قائل نہ کر سکے۔ بالآخر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے لوگوں کو فرداً فرداً بلا کر قائل کر لیا۔ تب بڑی مدت کے بعد زمین پر کاشت شروع ہوئی اور محکمہ اوقاف کو آمدنی کا ذریعہ نظر آیا۔

محکمہ اوقاف نے عرس سالانہ کا اہتمام بھی کیا۔ دوسری خانقاہوں کی طرح حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مزار پر بھی ظاہری رونق بڑھانے کیلئے میلہ کا سماں پیدا کیا گیا۔ ڈھول اور کبڈی کا انتظام کیا۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ کبڈی چار گاؤں کے لوگوں نے کھیلنا چاہی مگر کبڈی کی جگہ جنگ وجدل نے لے لی۔ ادھر موسمی حالات اس قدر بگڑے، بارش، طوفان اس قدر تیز تھی کہ غزوہ احزاب کا نقشہ بن گیا۔ لڑائی ہوئی اور کئی افراد زخمی ہو کر گر پڑے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو پتہ چلا تو فرمایا: حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مزار مبارک پر اس قدر غیر شرعی اجتماعات کیسے منعقد ہو سکتے ہیں۔ یہ احساس لوگوں میں اجاگر ہوا تو پھر ایسی فضولیات دیکھنے میں نہ آئیں۔

Marfat.com

حج بیت الحرام

جہاں تک یاد پڑتا ہے کبھی بھی حج کا تذکرہ نہ فرمایا کہ حج کرنا ہے یا اس کی افادیت کس قدر ہے۔ حتیٰ کہ آخری روز بھی روانگی کا پروگرام پوشیدہ رہا۔ صبح جمعتہ المبارک ۱۷ فروری ۱۹۶۷ء بمطابق سات ذی قعدہ ۱۳۸۶ء کو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حج بیت الحرام کو روانہ ہو چکے ہیں اور کوٹھی میں چند خادم موجود ہیں۔ باقی تمام اہل خانہ صبح صبح لاہور پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ رات کراچی میں بسر کی اور دوسرے دن لندن جانے والے جہاز پر سوار ہو کر دہران (سعودی عرب) اتر گئے۔ وہاں سخت سردی میں احرام باندھا۔ پھر براستہ الریاض عشاء کو جدہ ائر پورٹ پر پہنچ گئے۔ معلم سراج القصاص تھا جس کے ہاں رہائش ہوئی۔ سخت سردی میں وضو فرمایا۔ احرام بھی باندھا ہوا تھا۔ رات سردی میں بڑی مشکل سے بسر ہوئی دوسری صبح کو بذریعہ کار مکہ معظّمہ آ کر عمرہ کیا اور بغیر کسی سہارا کے طواف اور سعی خود فرمائی، حجامت بنوائی اور اپنی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے۔ پانچ دن مکہ معظّمہ میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ شریف جانے کا ارادہ فرمایا کیونکہ طبیعت میں گھبراہٹ روز بروز بڑھ رہی تھی۔ مقام بدر پر قیام فرمایا اور صحابہ کرام کے مزارات پر پیدل چل کر حاضری دی۔ حضرت قاری انور الحق صمدانی کو حکم دیا کہ سامان مکان پر رکھ آئیے اور ہم لوگ یعنی حافظ سلیمان اور حضرت خود زیارت روضہ سید الاولین والآخرین کو چل دیے۔ یہ عصر کا وقت تھا اس پہلی حاضری میں حضرت نے مولانا جامیؒ کے اشعار جو فارسی کتاب یوسف زلیخا کی ابتداء میں درج ہیں خاصی بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیے۔ آواز اس قدر بلند کہ سو گز تک

Marfat.com

سنائی دے۔

ز مہجوری برآمد جان عالم
ترحم یا رسول اللہ ترحم
نہ آخر رحمتہ للعالمین
زمحروماں چرا غافل نشینی
زخاك اے لالہء صحرا بر خیز
چو نرگس خواب چند از خواب بر خیز
بروں آور سر از برد یمانی
کہ روئے تست صبح زندگانی
شب اندوہ مارا روز گرداں
زرونے ات روزارا فیروز گرداں
بہ تن در پوش بوئے جامہ
بہ سر بر بند کافوری عمامہ
فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سرو رواں را
ادیم طائفی نعلین پاکن
شراك از رشتہ جانہائے ماکن
جہانے دیدہ کردہ فرش راہ اند
چو فرش اقبال پابوس تو خواھند
ز حجرہ پائے در صحن حرم نہ
بہ فرق خاك رہ بوساں قدم نہ

بدہ دستے بہ پا افتادگاں را
بکن دلداری دلدادگاں را
اگرچہ غرق دریائے گناهیم
فتادہ خشک لب بر شاهراہ ایم
بہ مسجد سجدئہ شکرانہ کردیم
چراغت را زجاں پروانہ کردیم

ترجمہ: آپ کے فراق سے تمام جہاں پریشان ہے۔ حضرت رحم فرمایئے رحم فرمایئے۔ آپ رحمت العالمین ہیں۔ آپ ان سے غافل نہیں ہو سکتے۔ اے صحرا کے پھول اٹھیئے نرگس کی طرح نیند سے بیدار ہوں۔ یمنی چادر سے سر مبارک باہر کیجئے۔ آپ کا مبارک چہرہ زندگی کی صبح ہے۔ ہماری غم ناک رات کو بابرکت و بانصیب دن بنا دیجئے۔ خوشبودار لباس زیب تن کیجئے اور سفید پگڑی پہنئے۔ لمبے بالوں کو کنگھی کیجئے اور پاؤں پر اپنا سایہ مبارک ڈالیئے۔ طائف کے چمڑے کے جوتے پہنیے اور اس میں ہماری جانوں کا تسمہ ڈالیے۔ لوگوں نے آنکھیں فرش راہ کر رکھی ہیں۔ وہ آپ کے قدم مبارک چومنا چاہتے ہیں۔ آپ حجرے سے تشریف مسجد میں لایئے اور سجدہ ریز لوگوں کے سر پر قدم رکھیے۔ گرنے والوں کو اپنے ہاتھ سے سہارا دیجیے اور فدا ہونے والوں کو دلاسہ دیجیے۔ اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں غرق ہیں لیکن آپ کی مبارک راہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ مسجد میں ہم سجدہ شکر ادا کرتے ہیں اور آپ کے روشن چہرے کے لئے اپنی جان کو پروانہ بناتے ہیں۔

سارا جسم کانپ رہا تھا اور اشعار آنسوؤں کی جھڑیوں کے ساتھ زباں مبارک پر اتر رہے تھے۔ حافظ سلیمان صاحب نے کچھ دیر بعد عرض کیا رات ہو رہی ہے گھر

Marfat.com

چلئے۔ مگر حضرت یہ فرماتے اچھا اچھا آخر فرمایا دو رکعت پڑھ لیجئے۔ اس کے بعد گھر تشریف لائے۔ مگر کپکپی اور لرزہ روز بروز بڑھتا گیا۔ غذا صرف انڈہ اور قدرے چائے کی پیالی روٹی بالکل بند ہوگئی۔ دوسرے دن ظہر اور عصر مسجد نبوی میں ادا کیں۔ مگر ٹیک لگا کر بیٹھنا ہوا۔ تیسرے روز صبح چائے پی رہے تھے کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میری جان اب پاؤں میں چلی گئی ہے سخت گھبرا چکا ہوں۔ ہم رونے لگے۔ فرمایا شکر کیوں نہیں کرتے اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہاں جگہ دے دے تو کس قدر نوازش و کرم ہے۔ پھر فرمایا کہ میں اس لئے بات نہیں کرتا کہ تم لوگ بے حوصلہ ہو کر گھبرا جاؤ گے۔ قاری انوار الحق نے عرض کیا اگر فرمائیں تو میں آپ کی جگہ نماز ادا کر آؤں۔ فرمایا بہت اچھا مگر دوسرے دن قاری صاحب بخار اور نزلہ کی وجہ سے بیمار پڑ گئے اور جانا نہ ہوا اس پر قاری صاحب نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضرت! میں نے اپنی نمازیں بھی گم کر دیں۔ میرے لئے دعا فرمائیے۔

پانچویں روز ارادہ فرمایا! آج مکہ شریف چلے چلیں۔ مگر ڈاکٹر مختار صاحب پشاور والے مصر رہے کہ آٹھ دن تو پورے کر لیجئے۔ بالآخر یہی ہوا جمعتہ المبارک میں کثرت زائرین کی وجہ سے جگہ باہر ہی ملی اور وہیں نماز ادا کی ایک ساتھی نے عرض کیا مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنا افضلیت کا ضامن ہے۔ حضرت نے فرمایا میرے لئے **سارا مدینہ منورہ ہی مسجد نبوی ہے۔ پھر فرمایا اگر کرم ہونا ہے تو ایک رات میں بھی ہو کر** رہے گا ورنہ چھ ماہ ناکافی ہوں گے۔

روانگی پر پھر طبیعت بے قابو ہوگئی۔ لرزہ کپکپی اور گھبراہٹ پہلے والی نظر آنے

لگی ۔ ڈرائیور نے قدرے دیر کردی تو اور بے چین ہو گئے ۔ بالآخر یہ منزل بھی طے ہوئی اور بوقت عصر مکہ شریف میں پہنچ گئے ۔ مگر بخار تیز ہو گیا اور اس دفعہ غنودگی زیادہ ہو گئی ۔ دو تین روز کے بعد مولوی عبدالغفور آف پنڈ دادنخان پہنچ گئے ۔ اسلام علیکم کے بعد اپنے والد ماجد مولوی غلام محی الدین؛ صاحب کا نیاز پیش کر کے اصرار کیا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے چلیں مگر آپ نے فرمایا: اچھا ہم لوگ غور کریں گے۔ مگر اس اثناء میں بخار سخت ہو گیا اور بے ہوشی تک نوبت پہنچی۔ بیماری کی شدت اور بیہوشی کی کیفیت کو دیکھ کر حافظ سلیمان صاحب اور مولوی عبدالطیف صاحب پاس بیٹھے مشورہ کرنے لگے کہ اب جب کہ سارے مقدس مقامات دیکھ لئے ہیں اور مرض میں افاقہ نہیں ہو رہا تو واپسی کا پروگرام کیوں نہ بنالیں۔

اس طرح کے مشورے جاری تھے کہ اس غنودگی کے عالم میں آپ بلند آواز سے فرمانے لگے: تم شکر ادا نہیں کرتے اگر اللہ تعالیٰ مجھے قبول فرمالیں تو جانا کہاں ہے اور کیونکر؟ مجھے اب وہاں کیا غرض ہے۔ ایسی باتیں مت کرو؟ بالآخر جب قدرے سکون نظر آنے لگا تو مولوی عبدالطیف صاحب کے اصرار پر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے ۔ مگر وہاں جانا ہی تھا کہ بے آرامی کا دور پھر شروع ہو گیا۔ وہاں پھر بے سکونی نے طبیعت کو گھیر لیا۔ اس عالم میں غذا کیا ہوتی ۔ صرف انڈہ اور چائے کی پیالی شب و روز میں یہ غذا تھی اور جب احباب خانہ کعبہ جاتے تو حضرت صاحب کو مکان کی بالائی منزل پر لے جا کر بٹھا جاتے ۔ ۸ ذی الحج کو کار پر سوار ہو کر عرفات تشریف لے گئے ان دنوں طبیعت قدرے سنبھل گئی تھی ۔ یہ سفر بہتر طے ہوا۔ مزدلفہ سے واپسی کار میں تھی مگر

کثرت حجاج کرام سے راستے اس قدر بند ہو گئے کہ چند لمحوں کا سفر کئی گھنٹوں میں طے ہوا۔اورظہر کی نماز بھی کار میں پڑھی گئی۔انتظار شدید نے طبیعت کو بوجھل کر دیا اور پھر کار کے ماحول میں گھٹن بھی تھی منیٰ جب تشریف لے گئے تو قاری صاحب کو حکم دیا رمی جمار کر آؤ۔وہاں ان کا خاصا وقت صرف ہو گیا۔ان کے انتظار نے پھر گھبراہٹ پیدا کر دی جب قاری صاحب سے دیری کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا میں لوگوں کے پاؤں تلے آ گیا تھا نہ جوتا رہا نہ ٹوپی۔دوسرے روز حافظ سلیمان کو بھیجا گیا وہ بہت جلد واپس آ گئے۔

حج سے واپسی

منگل ۱۱۴پریل ۱۹۶۷ء بمطابق ۲۳ ذالحج ۱۳۸۶ھ صبح صبح کراچی جہاز اتر گیا دوپہر کو لاہور ہوائی اڈا سے بوقت عصر گجرات مہمدہ غربی اپنے مکان پر پہنچ گئے۔عصر کے وقت باہر ہی نماز باجماعت ادا کی گئی۔اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔اب کیا گئے کہ ۲۵ اپریل تک متواتر بائیس دن غنودگی اور نیم بے ہوشی کا عالم طاری رہا۔حواس کام نہیں کر رہے تھے۔متواتر چارپائی پر لیٹے رہے۔ظاہری علاج کا اہتمام کیا گیا مگر طبیعت اور گہرائی میں جا رہی تھی۔ظاہر ہے ایسے عالم میں خوراک کس قدر رہ گئی ہوگی؟ کبھی کبھار انتہائی کوشش سے چائے کی پیالی پلا دی جاتی۔بالآخر ایک روز پورے اکیس دن کے بعد بوقت عصر آپ نے حافظ سلیمان خادم کو فرمایا اس غنودگی کے عالم میں پاکیزگی کا پورا اہتمام نہیں رہا۔البتہ ایسا کریں میری دونوں ٹانگیں دھوڈالیئے۔اس کے بعد عصر کی نماز ادا فرمائی۔طبیعت سنبھلنے میں دو تین ماہ لگ گئے پھر قدرے خوراک بھی

Marfat.com

کھائی جانے لگی۔ راقم الحروف جب دو ماہ کے بعد زیارت سے مشرف ہوا تو رنگ بالکل سفید ہو چکا تھا۔ ہاتھ اس قدر نرم و نازک ہو گئے تھے کہ روئی کا گمان ہوتا تھا۔ رات کا جاگنا تو پہلے بھی معمول تھا۔ مگر نماز تہجد کا پورا پورا اہتمام حج سے واپسی پر ہوا۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا: رات کو جاگنا ہوتا ہے، نظر کی کمزوری کی وجہ سے وقت کا پتہ نہیں چلتا اس لئے گھڑی کی آواز میں ساڑھے بارہ، ایک اور ڈیڑھ بجے کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔ بعض دفعہ ساڑھے بارہ کو ہی ڈیڑھ یا ڈھائی کا وقت جان کر اٹھ پڑتا ہوں۔ سحر خیزی کا یہ اہتمام ۱۹۶۷ء تا آخری ایام دسمبر ۱۹۸۳ء جاری رہا۔

متواتر بیماری

۱۹۶۷ء حج کے بعد طبیعت میں انقلاب آ گیا۔ زندگی کے معمولات میں سب سے اہم عنصر گھریلو امور پر نظر رکھنا تھا۔ جب حج پر تشریف لے گئے تو حضرت صاحبزادہ مظہر الحق صاحب کو تمام لین دین بتا دیا۔ اور گھریلو اخراجات کا بھی انہیں ذمہ دار بنا دیا۔ حج سے واپسی پر جب مظہر الحق صاحبؒ نے دوبارہ پہلی ذمہ داری سنبھالنے کو عرض کیا تو فرمایا: اب تم اس کے ذمہ دار ہو۔ میرا عمل دخل نہیں رہا۔ چنانچہ ہر قسم کی دنیاوی سوچ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ المیہ یہ ہوا کہ ایک سال کے بعد بصارت جواب دے گئی۔ نظر کی بندش نے جسمانی صحت پر سخت ناگوار اثر ڈالا۔ چلنا پھرنا ختم ہو گیا۔ جو شوق کتب بینی کا تھا وہ موجود رہا۔ بلکہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ مگر شوق پورا ہونے کا امکان جاتا رہا۔ اس پیاس کو بجھانے کیلئے مختلف احباب سے کتب سنی جاتیں۔ وہ وقت دیدنی ہوتا جب قاری عربی عبارت غلط سلط پڑھ دیتا اور آپ اس کے مفہوم کی

Marfat.com

کرید میں تجسس فرماتے۔ خواجہ محمود الحسن صاحبؒ ریٹائرڈ ہیڈ کلرک محکمہ انہار اکثر اس فریضہ کو ادا کرتے۔ انہیں چونکہ عربی لغت اور گرائمر سے کما حقہ واقفیت نہ تھی اس کے باوجود حضرت صاحبزادہ صاحب اپنی پختہ مہارت سے اخذ معنی فرما لیتے۔ نظر کی بندش نے مکمل طور پر صاحب فراش کر دیا۔ غسل خانہ میں دو دروازے گزر کر تشریف لے جاتے۔ ضعف بدن کے باوجود جب جانا ہوتا تو جناب حافظ سلیمان یا چوہدری میاں خاں یا چوہدری محمد اسلم حضرت صاحبزادہ صاحب کو تھام کر لے جاتے۔ فرمان تھا دروازہ پہلے نہ کھولنا میں خود کھولوں گا۔ اس کی وجہ غالباً ہاتھوں سے اندازہ فرمانا تھا۔ دروازہ آ گیا اور دوسرا دروازہ اس قدر قریب ہے رات میں تنہائی میں اٹھنا ہوتا تو اندازے سے کام لیتے۔ کراچی کی سعادت مند خاتون کے استفسار پر جواب تحریر فرماتے ہیں۔ میری صحت کے متعلق تم نے تشویش لکھی ہے۔ مجھے نظر کی بندش کے علاوہ کوئی غیر معمولی شکایت نہیں ہے اور نظر کی تکلیف کا بھی آہستہ آہستہ عادی ہوتا جا رہا ہوں۔ اس کی زیادہ فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس حال میں بھی رکھے اس کا شکر انسان پر لازم ہوتا ہے۔ (محبوب عالم عفی عنہ تحریر کردہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۸ء)

سفر آخرت کی تیاری

سفر آخرت کی تیاری مدتوں پہلے سے جاری تھی ایک دفعہ بخار تھا تو حضرت نے راقم الحروف کو فرمایا: عرصہ چالیس سال سے جب بیمار پڑتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے کہ اب وقت جانے کا آ گیا۔ کائنات کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا وسیع نقشہ اکثر نظر میں رہتا۔ نیا لباس ناپسند فرماتے اور پرانے پیوند والے کپڑے بہت مرغوب تھے ازراہ

Marfat.com

مذاق فرماتے نیا لباس نہیں پہنتا اس خیال سے کہ مرنے والوں کے کپڑوں سے نفرت کی جاتی ہے اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ جب طبیعت بالکل نڈھال ہوگئی تو کئی دفعہ فرماتے نہ معلوم مجھے یہاں رکھ کر مولیٰ کریم مجھ سے کیا مقصد پورا کررہا ہے۔ یہ شعر اکثر وردِ زبان رہتا۔

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت میوہ دارم

در حیرتم کہ دھقاں بہ چہ کار کشت مارا

ترجمہ: نہ میں پھول ہوں نہ سبز پتہ نہ ہی پھل دار درخت حیران ہوں مولیٰ کریم نے کس کام کیلئے مجھے پیدا کیا۔

خوراک انتہائی معمولی رہ گئی۔ جو تھی تو بہت مجبوری سے استعمال کی جاتی۔ صرف روٹی کی چھال اور وہ بھی نصف ہی شوربا میں ڈال کر کھائی جاتی۔ چند ماہ قبل ہڑکی (فواق) کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ راقم الحروف کی موجودگی میں حضرت کے خادم خاص حافظ سلیمان صاحب نے عرض کیا یہ دوائی لیجئے کیونکہ اس سے ہڑکی کا آرام ہے۔ تعجب سے فرمایا ہڑکی کا آرام ہے؟ کس وقت سے آرام آ گیا ہے؟ حافظ صاحب بولے آج رات سے قدرے افاقہ ہے۔ راقم الحروف حیران تھا کہ طبیعت میں کس قدر استغنا آ چکی ہے کہ بدن کے احوال سے بھی بے خبر ہو چکے ہیں کم و پیش تین ماہ قبل طبیعت پر محویت نے غلبہ قائم کر لیا۔ جب صحو کا وقت ہوتا تو فرماتے۔ میری سوچ اب موجود نہیں رہی۔ اس لئے گفتگو کرتے ڈر لگتا ہے جب محویت کا عالم زیادہ دیر تک قائم رہنے لگا تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے وافدین کیلئے چائے اور بسکٹ کا حکم دیا۔ تا کہ ایسے وقت جہاں لوگ ہم کلامی سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ ان کی اس طرح مہمان نوازی

Marfat.com

ہو جائے۔ چنانچہ یہ انداز ہر آنے والے کے ساتھ اختیار کیا جاتا۔ ایک دفعہ اسی محویت کے عالم میں راقم حاضر خدمت ہوا۔ غالباً دن کے گیارہ بجے تھے۔ حضرت کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ کچھ کھا رہے ہیں۔ زبان سے کسی چیز کو ہلا کر چبانے کا انداز نظر آ رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد اسی کیفیت میں فرمایا: بہت سے پٹھان لوگ آ گئے ہیں۔ پھر فرمایا: سارا کمرہ بھر گیا ہے راقم نے سمجھا پٹھان لوگ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مرشد خانہ سوات کے آئے ہیں اور تحائف لائے ہیں جو خورد ونوش کا سامان ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جس قدر وقت قریب آ رہا تھا محویت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مدتوں بے حس لیٹے رہے۔ کبھی کبھی اس عالم میں چند کلمات زبان سے نکل آئے۔ بقول خادم خاص حافظ سلیمان صاحب فرمایا: تمام اولیائے کرام نے میرے جانے پر دستخط کر دیے ہیں۔ البتہ بابا پیرے شاہ غازیؒ (کھڑی شریف) نے تا حال نہیں کئے۔ اس نوعیت کا کلام جو عالم غیب سے متعلق تھا ہوتا رہا۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی کبھی پیچ و تاب قاضیؔ
(قاضی سلطان محمود قدس سرہٗ)

بالآخر اسی پیچ وتاب سے زندگی نے ایک اور کروٹ بدل لی اور وہ آفتاب علم و عرفان بوقت ظہر بروز ہفتہ ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۰ صفر ۱۴۰۳ھ دائمی زندگی کے وسیع میدانوں میں چلا گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

Marfat.com

مزار کی موجودہ جگہ پہلے ہی تیس سال سے خرید کردہ تھی اور معمولی مکان بھی تعمیر تھا باقی ایک حد تک بنیادیں استوار تھیں۔ غالباً رہائشی مکان بنانے کا ارادہ تھا۔ جو بعد میں ترک کر دیا گیا۔ دفن کے وقت خوبصورت حجرہ میں مزار تھا۔ مگر اب پورے اہتمام کے ساتھ مزار کی تعمیر و تزئین ہو چکی ہے۔ جس جگہ قبر مبارک ہے اس کو ویسے ہی محفوظ کر دیا گیا ہے اور اس کے اوپر سطح کے مطابق دوسرا تعویز تعمیر ہو چکا ہے۔ اب خوبصورت گنبد کے ساتھ مزار مبارک کی تعمیر ہو چکی ہے۔

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ
بَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

ترجمہ: وہ باکمال لوگ تشریف لے گئے ہیں جن کی پناہ میں خوش گوار زندگی گزاری جاتی تھی۔ اب میں ایسے لوگوں میں زندہ ہوں جن کی محفل خارش زدہ اونٹ کی کھال جیسی ہے۔

مَضَتْ فُرُصُ الْوِصَالِ وَ مَا شَعُرْنَا
بِگو حَافِظْ غَزَلهائے فِراق

ترجمہ: وصال کی گھڑیاں بیت گئیں اور ہم ناواقف رہے۔ حافظ اب جدائی کے نغمے کہا کرو۔

Marfat.com

باب سوم

فصلِ معمولات

Marfat.com

باب سوئم

فصلِ معمولات

زندگی ایک وسیع سمندر ہے البتہ اس سے قدرے اقتباس لیا جائے تو پوری زندگی کا عکس نظر آ سکتا ہے۔ بشرطیکہ حسبِ فرمان خداوندی:

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکرٰی لِمَن کَانَ لَہ قَلبٌ اَوْ اَلْقَی السَمعَ وَ ھُوَ شَھِیْدٌo

ترجمہ: روشن دل ہو اور ہوشمند کان ہوں تو سوچ کی راہوں کو وسعت نصیب ہوتی ہے۔

علامہ اقبال مرحوم کا بیان ہے:

دل بیدار فاروقی دل بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

حضرت عارف ربّانی مولانا رومؒ نے اس نعمت عظمیٰ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

وصف بیداری دل اے معنوی
می نہ گنجد در ہزاراں مثنوی

ترجمہ: بیداری دل کی تعریف ہزارہا مثنوی میں بھی نہیں بیان کی جا سکتی۔

اہل حق کو دیکھ کر متاثر ہونا ان کے حالات و واقعات سن پڑھ کر پر کیف ہونا فضل ایزدی کا نشان ہے۔ (رَزَقَنَا اللّٰہُ، آمین)

Marfat.com

۱۔لباس

اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب خود فرماتے کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں لباس کا اہتمام رہا۔اس کی وجہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا اصرار تھا۔ وہ اکثر لباس پر نگاہ رکھتے اور عمدہ لباس پہننے پر توجہ دلاتے۔مگر آپ کے بعد اس کی قطعاً کوئی اہمیت نہ رہی۔زندگی بھر لباس کی طرف دھیان نہ تھا۔البتہ صفائی اور سادگی ہمیشہ پیش نظر رہی۔کفایت شعاری ہر معمول میں تھی مگر لباس میں زیادہ نمایاں نظر آتی تھی۔سر پر جو رومال ہمیشہ دکھائی دیا وہ پرانے تہہ بند کا ٹکڑا ہوتا تھا۔جب تہہ بند بوسیدہ ہو جاتا تو اس کے مضبوط پہلوؤں کو علیحدہ کر لیا جاتا جو سر کا لباس بن جاتے۔اب یہ ٹکڑے بھی سال دو سال تک کمزور پڑ جاتے تو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو کر ہاتھ مبارک اور لبوں کی صفائی میں استعمال کرتے۔وضو کے بعد تولیہ استعمال کرتے۔۳۰ سال کے عرصے میں تو نہیں دیکھا گیا البتہ دیسی کھدر کا کپڑا چہرہ مبارک اور ہاتھ خشک کرنے پر استعمال ہوتا۔تہہ بند سفید اور سیاہ دونوں رنگ کے پہنتے۔آخری سالوں میں سیاہ رنگ کا تہہ بند رہا۔ایک آدھ دفعہ ہلکے رنگ کی دھوتی بھی پہنتے دیکھا گیا۔قمیض ہمیشہ سفید دیسی کھدر کی ہوتی جس کی آستینوں پر سفید بٹن ہوتے۔سخت سردی میں قمیض کے اوپر روئی دار صدری پہنتے تھے۔ ویسے ہلکے انداز کی واسکٹ بھی گرمی کے موسم میں پہنتے۔

جب جسم میں توانائی تھی اور آپ چلتے پھرتے تھے۔خم دار قبضہ والی کھونڈی استعمال کرتے۔ یہ بہت اوائل عمری کی بات ہے۔ جوتا دیسی کھال کا ہوتا جو نزاکت

Marfat.com

کے لحاظ سے بہت ہلکا اور صاف ستھرا ہوتا۔ جب تک نظر رہی، کھلی ہوائی چپل چوڑے پٹے والی پہنی جاتی جو غسل خانہ میں وضو میں استعمال کرتے۔ پاؤں کو خشک کرنے کی خاطر لکڑی کی کھڑانواں پہنتے بھی دیکھا گیا۔ نظر کی عینک ہر آن زیب چہرہ رہتی۔ پڑھتے وقت دوسری عینک جو زیادہ موزوں تھی استعمال فرماتے۔ نظر کی بندش کے بعد دونوں کو اتار دیا گیا۔

۲۔ خوراک

توانائی کے وقت کسی خاص غذا کا معمول نہ تھا۔ معدہ کمزور پڑ گیا تو موسم کے مطابق غذا کا لحاظ رہا۔ کریلے مرغوب تھے گوشت میں ملا کر رغبت سے تناول فرماتے۔ فرمایا کرتے کہ میں ہر چیز کھا لیتا ہوں۔ اب طبیعت میں کمزوری اور بیماری کے سبب اکثر ماکولات نہیں کھا سکتا۔ آم مرغوب پھل تھا جس کی طرف طبیعت راغب تھی۔ حج مبارک کے بعد چونکہ خوراک بالکل ختم ہوگئی۔ ۲۵ دن تک بلا خورد ونوش گزر گئے جب قدرے ہوش آیا تو خوراک سے بے زاری کا سا عالم رہا۔ پھر بعض احباب کی تجویز پر خشک روٹی کی چھال سالن میں بھگو کر استعمال کرنے لگے۔ اور ۱۵ سال تک تقریباً یہی معمول رہا۔ چائے زیادہ تیز اور گرم استعمال نہ کرتے۔ اس میں دودھ کی مقدار زیادہ ڈالی جاتی۔ اس انداز کی چائے پیتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا: کچھ روغنی اجزاء معدہ میں ڈال لینا چاہئے۔ کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔ غالباً یہ ہماری تعلیم وتربیت کی خاطر فرماتے۔

اپنی صحت کا پورا پورا دھیان ہوتا اور خدمت میں بیٹھنے والوں کو بھی حفاظت صحت کا احساس دلاتے۔ ایک دفعہ راقم کا بازو پکڑ کر فرمایا کمزور ہے یا مضبوط۔ پھر فرمایا

Marfat.com

اپنی صحت کا خاص خیال رکھا کرو۔ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب نظر نہ رہی تھی۔ حافظ سلیمان اور صاحبزادہ منصور الحق دونوں نے سنایا۔ حافظ صاحب جب شب و روز آپ کے کمرہ میں رہنے لگے تو احتیاط کے پیش نظر روزہ رکھنا شروع کر دیا تاکہ پیٹ میں ہوا پیدا نہ ہو اس پر دو سال کا عرصہ گزر گیا اور کسی کو پتہ نہ چلا۔ بالآخر حافظ صاحب کمزور کمزور دکھائی دینے لگے۔ دن کو روزہ داری اور اس کے ساتھ ساتھ رات کی بیداری، اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو جب پتہ چلا تو حافظ صاحب سے ناراض ہوئے اور ترک مشقت کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حافظ صاحب توانا نظر آنے لگے۔

۳۔ گفتار

کلام میں قدرتی بہاؤ تھا۔ قدرے تیزی تھی جیسا کہ صاحبزادگان کے کلام میں بھی موجود ہے۔ یہ بہاؤ آب رواں کی طرح دلوں کو سیراب کرتا۔ الفاظ کسی تکلف کے آئینہ دار نہ تھے۔ بالکل سادہ اور عام فہم ہوتے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا فرمان سنایا کرتے، اگر کوئی شخص فارسی، عربی کے مشکل الفاظ استعمال کرتا تو حضرت صاحبزادہ صاحب اسے فرماتے، سادہ زبان میں بات کرو ہم کوئی عرب لوگ ہیں جنہیں عربی کلمات سنا رہے ہو۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مخاطب کے فہم کے مطابق کلام فرماتے۔ اہل خدا کی زبان چونکہ دل کی ترجمان ہوتی ہے اور ان کا خلوص ہر کس و ناکس پر یکساں طور پر نمایاں ہوتا ہے اس لئے ہر شخص سینہ میں کلام کی ٹھنڈک محسوس کرتا۔

Marfat.com

اے ترا باہر کسے راز دگر

ہر کسے را بر درت ناز دگر

ترجمہ: ہر شخص کے آپ راز دار ہیں اور ہر شخص کی آپ کی بارگاہ میں خاص اہمیت ہے۔ (والا معاملہ ہوتا)

کلام جس قدر آسان تھا اس سے کہیں زیادہ مشکل بھی۔ ظاہری حسن جو الفاظ کی موزونیت سے عبارت ہے کے علاوہ کلام ہر قسم کی غلاظتوں سے پاک و صاف ہوتا جو کہ بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے کلام میں پختگی آنا غالباً مکارم اخلاق کا آخری مقام ہے۔ چپ ہونا آسان ہے۔ اگر طبیعت میں سختی ہو تو اور آسان ہے مگر برمحل کلام ہونا اور پھر کلام میں کسی نفسانی بیماری کی بو کا نہ ہونا، مثلاً بغض جھوٹ، مبالغہ خواہش نفسانی کے امراض سے کلام صاف ستھرا ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب دل میں فرقان کا روشن چراغ ہر آن ضوء ریز ہو۔

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُو اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُم سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ○

ترجمہ : اے اہل ایمان اگر آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا ہر لحظہ دھیان رکھنا شروع کرو گے تو وہ تمہارے لئے ''فرقان'' حق و باطل میں قوت امتیاز پیدا کردیں گے۔ جس سے تمہارے گناہ چھوٹ جائیں گے اور بخشش ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ صاحبِ فضل عظیم ہے۔

فرقان کی روشنی میں جب کلام کا صدور ہوتا ہے تو دلی ادراکات تیزی سے ابھر آتے ہیں اور یہ فوراً غلط سلط کلام چھانٹی کردیتے ہیں۔ کلام بھی پاکیزہ اور صاف

Marfat.com

شفاف بن کر پیاسے دلوں کی سیرابی کا کام شروع کر دیتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے کلام میں نفاست بدرجہ اتم دیکھی ہے۔ ایک جملہ بھی ایسا نہ سنا ہوگا جس میں کسی خواہش نفسانی کی بو آتی ہو بڑا ضبط تھا جو حد کمال تک پہنچ چکا تھا۔ ایک دفعہ آپ کے معمول کے بوسیدہ لباس کو دیکھ کر سوال کیا کہ بعض درویش خوش پوش رہتے ہیں اور بعض پھٹے پرانے لباس کو پسند کرتے ہیں یہ کیا وجہ ہے؟ بلا توقف فرمایا: میں کوئی درویش ہوں جسے ان باتوں کا علم ہو یہ تو وہ لوگ جانیں جنہیں یہ دولت دی گئی ہے۔

خلاف توقع جواب سن کر طبیعت تو فوراً حیران ہو گئی مگر کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ ارادہ آپ کی ذات پر استفسار تھا اس لئے آپ نے ذات کی بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اولیاء اللہ کے کلام میں اپنے احوال و مقامات کے اسرار بھی سنے جاتے ہیں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ دلوں میں اسرار کی موجودگی تاثر دے جاتی ہے۔ حضرت میاں محمد مصنف ''سیف الملوک'' پنجابی کتاب کے مشہور شاعر ہیں۔ ان کا یہ شعر

جس پلے پھل بدھے ہوون آئے خوشبو رومالوں

درد منداں دے سخن محمد دین گواہی حالوں

مگر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے کبھی کسی مکاشفہ یا قلبی واردات کا تذکرہ نہ فرمایا۔ اگر فرمایا تو قرآنی فرمان کے بارے میں فرمایا: میں اس آیت پر صبح سے غور کر رہا ہوں۔ درحقیقت اس اضطراری کیفیت کا تذکرہ تھا جس میں بلا اختیار کلامِ خداوندی شیشہء دل پر ضوء ریز ہو رہا تھا۔ جو کلام خامیوں سے پاک ہوتا ہے اسے قرآن حکیم قولِ سدید کا لقب دیتا ہے۔ انتہائی پختہ، ٹھوس اور ہر قسم کے کچے اجزاء سے سرتاپا پاکیزہ ہی

Marfat.com

قولِ سدید ہے۔ایسے کلام سے بے شمار روشن اثرات پیدا ہوتے ہیں۔فرمانِ الٰہی ہے

یَاایُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلاًسَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فُوْزًاعظیما ہ (سورۃ احزاب)

ترجمہ: اہل ایمان تقوٰی اختیار کرو اور قول سدید کہو اللہ تعالیٰ تمھارے حال سدہار دینگے گناہ بخش دینگے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار بن گیا وہ کامیاب وکامران ہو گیا۔

مختصر ترین یہ کہنا برحقیقت ہے کہ تمام اعمال کی اصلاح اور تمام گناہوں کی بخشش کا دارومدار قولِ سدید ہے دوسرے لفظوں میں کہنا مناسب ہوگا جن لوگوں کا کلام نفسیاتی آمیزش سے صاف ستھرا ہے ان کے سارے کے سارے اعمال بے عیب ہیں۔

بعد میں آیات مذکورہ پر جو اسرار نظر آتے ان کا تذکرہ ہو جانا مقصود تعلیم تھا کہ قرآن فہمی کا درس ہوتا جس سے سننے والوں کیلئے سوچ کی نئی راہیں کھل جاتیں۔اکثر غرض مند حاضر ہوتے۔اسم ذات تو انہیں کاغذ پر لکھ دیتے۔ساتھ ہی ظاہری اسباب کا حکم دیتے۔علاج دیسی یا ڈاکٹری کا مشورہ دیتے۔تعویذ عنایت کرتے وقت فرماتے، آرام آ گیا تو اللہ تعالیٰ کا فضل شمار کرنا، ورنہ یہ جاننا کہ اس تکلیف میں حکمت خداوندی پوشیدہ ہے۔اس کیفیت کو کلام رومی پر ختم کیا جاتا ہے۔

جمع صورت با چنین معنی ژرف
نیست ممکن جز سلطانے شگرف

Marfat.com

در چنیں مستی مراعات ادب
خود نباشد ور بود باشد عجب
اندر استغنا مراعات نیاز
جمع ضدین است کے گردد دراز
جمع ضدین از نیاز افتاد ناز
باز در وقت تحیر امتیاز

مثنوی شریف ص ۲۲۰

ترجمہ: صورت بھی ساتھ چلے اور معنوں کا سمندر بھی ہو، دونوں کا اکٹھ کسی بے مثال میں ہوسکتا ہے۔ انتہا کی بے خودی ہو اور ادب کی پوری پوری پاس داری بھی ہو کبھی ایسا نہ ہوسکا۔ اگر ہے تو تعجب کا مقام ہے۔ بے نیازی کے عالم میں نیازمندی کا وجود یہ دوضدوں کا اکٹھ ہے۔ یہ زیادہ دیر تک چل نہیں سکتا۔ نیاز اور ناز دونوں باہم مخالف ہیں۔ جس طرح حیرت کے وقت سوجھ بوجھ کا قائم رہنا بہت مشکل ہے۔

۴۔ عجز وانکسار

آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ ہوگا جو عجز وانکسار کے تاثر سے خالی گزرا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عجز وانکسار کا محیط دائرہ تھا جس نے زندگی بھر کو گھیر رکھا تھا بھولے سے بھی فخر ومباہات کی بات نکلنا مشکل تھی۔ علم وعرفان کا دور ہو یا فقر وصفاء کا ماحول، زہد وتقویٰ کی فضا ہو یا دنیاوی مال ودولت کا تذکرہ، ہر آن طبیعت پر عجز غالب وحاکم تھا۔ یہ مقام اسی صورت میں متحقق ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا جلال وجبروت ہر آن پیش نظر رہے اور ''خُلِقَ الانْسَانُ ضَعِيْفًا'' کی حقیقت دیکھی جارہی ہو یا پھر ''يَا ايُّهَا النَاسُ أنْتُمُ الفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ'' (۳۵-۱۴)

Marfat.com

ترجمہ: اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے (کرم کے) محتاج ہو جبکہ وہ بے نیاز تعریفوں والا ہے۔

کا روشن آئینہ دونوں ہاتھوں نے تھام رکھا ہو۔ اپنی احتیاج کی تصویر ہر وقت جلوہ نما ہو (واللّٰہ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

کبر زشت واز گدایاں زشت تر
روز برف و باد سرد و جامہ تر

ترجمہ: تکبر بری چیز ہے مگر محتاج لوگوں کا تکبر تو اور زیادہ برا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح برف باری ہو رہی ہو اور کوئی گیلا لباس پہن لے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ جب گداگر ہے اور بارگاہ عظمت کا سوالی ہے تو پھر تکبر وغرور کا کیا مقام؟

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ والارضِ وَهُوَالعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (سورۃ جاثیہ)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب ہے (بلکہ) تمام جہانوں کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کو بڑائی حاصل ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

کسی مسئلہ پر گفتگو سے پہلے ہمیشہ یہ بیان جاری ہوتا: میں نے پڑھا کچھ نہیں جو معمولی پڑھا وہ بھی بھول گیا۔ اب تو حافظہ پر کوئی اعتماد نہیں رہا۔ میری بات پر یقین نہ کرنا خود بھی تحقیق کر لینا۔ یہ بعینہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت صاحبزادہ صاحب"

Marfat.com

فرماتے۔ اگر دوران گفتگو کوئی اور شخص آیات قرآنی کا حوالہ پیش کرتا تو برملا تائید فرماتے۔ اگر کوئی الجھن پیش کرتا تو فوراً رفع کرنے کی سعی کرتے۔ نادر مواقع میں ایسا بھی ہوا کوئی بہتر معنی مفہوم پیش کیا جاتا تو فوراً اسے تسلیم فرماتے۔ ایک دفعہ فرمایا: اگر کوئی پڑھ لکھ کر پکا پختہ ناواقف بن گیا ہو تو وہ میں ہوں۔ میں ہی کچھ پڑھ لکھ کر پختہ طور پر بے علم ہوں۔

عجز وانکسار کے واقعات بے شمار ہیں ایک دفعہ شادیوال کا ایک نوجوان حاضر ہوا۔ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے فرمایا: کس لئے آئے ہو۔ زیارت کیلئے جواب ملا۔ مسکرا کر فرمایا: مجھ جیسا ناکارہ بوڑھا رستہ میں نہیں ملا۔ ایک دفعہ ایک نوجوان نے ارادت مند ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسے فرمایا: ہادی اور مرشد تو رستہ دکھانے والے کو کہتے ہیں کیا مجھ جیسا نابینا آدمی بھی رہنما ہوسکتا ہے؟ مدت ہوئی میری نظر بند ہو چکی ہے اور اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں کسی کا رہنما کیسے ہوسکتا ہوں۔ یہ اس کیفیت کے الفاظ ہیں جس میں تصورِ فنا کا روشن میدان ہے اور یہ چیز ہی بلندی مقام کی نشاندہ ہے۔ یہی وجہ رہی کہ بہت کم خوش نصیب ہیں جنہیں ارادت مندی کا شرف حاصل ہوا۔ ممکن ہے آدمی انھیں انگلیوں پر شمار کرلے۔ حالانکہ محفل نشین لوگوں کی تعداد ہزارہا نفوس تک جاتی ہے۔

الحاج مولوی طالب حسین صاحب ساکن کڑیانوالہ (گجرات) بہت پرانے نیاز مند ہیں۔ بچپن میں اعوان شریف میں دینی تعلیم حاصل کی اور عربی میں اچھا خاصا درک حاصل کرلیا۔ پھر کمال نوازش سے حلقہ ارادت میں چن لئے گئے اور دردمند دل

Marfat.com

سے نوازے گئے ۔ بات بات پر رو پڑتے ۔ عسرت میں ہی پوری زندگی گزار دی ایک دفعہ راقم کی موجودگی میں حضرت صاحب زادہ صاحب نے پوچھا: مولوی صاحب قرض بھی دینا ہے؟ انہوں نے عرض کیا دوکان دار کے ۸۰ روپے دینے ہیں۔ اشیاء خوردنی ادھار لیتا رہا۔ حضرتؒ نے فرمایا حافظ سلیمان مولوی صاحب کو ۸۰ روپے دے دو۔ ساتھ ہی فرمایا مولوی صاحب ان کا تقاضا میزان حشر پر ہوگا۔ حضرتؒ نے جب یہ فرمایا تو یک لخت میدانِ حشر کا نقشہ پیشِ نظر پھرنے لگ گیا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)۔ وہ اکثر حاضر ہوتے تو خصوصی عنایت اور توجہ وصول پاتے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے انہیں فرمایا: میرے لئے دعا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا تین دعائیں کرتا ہوں۔ کون کون سی؟ عرض کیا: یا الٰہی حضرت صاحبزادہ صاحب کو صحت مند رکھ، فرمایا ٹھیک ہے۔ نمبر دو یا الٰہی ان کی اولاد میں صاحب بصیرت افراد کی کمی نہ رہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ نمبر تین یا الٰہی حضرت کے درجات بلند فرما۔ فرمایا یہ دعا ٹھیک نہیں انہوں نے عرض کیا: پھر کیا مانگوں؟ یہ کہا کرو کہ اللہ اس آدمی کے گناہ معاف فرمادے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مرشد کامل اپنے نیازمند کو کیا پوچھ رہے ہیں اور پھر کون سی دعا پر نظر انتخاب اٹھ رہی ہے۔ وَمَا هُوَ اِلاَّ ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ.

صاحبزادہ منصور الحق صاحبؒ کا کہنا ہے کہ نویں جماعت کا امتحان لاہور بورڈ نے لینا شروع کیا تو میں داخلہ فارم لے کر حاضر ہوا۔ ذات کے خانہ میں میں نے عرض کیا کہ حضرت ہماری ذات کیا ہے؟ فوراً فرمایا لکھ دو موچی ۔ میں سخت پریشان ہوگیا مگر حضرت بالکل سنجیدہ اور خاموش۔ پاس بیٹھے خان آف کھلا بٹ (خاں زمان خاں

مرحوم) نے عرض کیا حضرت بچہ بہت پریشان ہے میں لکھ دوں: فرمایا اچھا آپ لکھ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ذات کے خانہ میں کھوکھر راجپوت کے الفاظ لکھوا دیے اور تب تسلی ہوئی۔ یہ کس کیفیت کے ساتھ کہا گیا اس کیفیت کا ادراک صاحب بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔

زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
جز نیاز و جز تضرع راہ نیست

ترجمہ: اس قلبی تصرف سے ہر قلم واقف نہیں، اس میدان میں نیاز مندی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی تمام عمر گواہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے پوری توجہ سے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ زندگی میں آپ کی خوراک اور لباس کا بھی پورا پورا دھیان ہوتا۔ روحانی تربیت تو ایک رازدارانہ عمل تھا جس کیلئے زبان و بیان کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

علم آموزی طریقش قولی است
حرف آموزی طریقش فعلی است
فقر خواھی آں بہ صحبت قائم است
نے زبانش کارمی آید نہ دست
دانش انوار است در جان رجال
نے زراہ دفتر و نز قیل و قال
دانشِ آن را ستاند جان ز جاں
نے زراہ دفتر و نے از بیان

Marfat.com

ترجمہ: علم سیکھنے کا طریقہ زبان ہے اور صنعت وحرفت کا طریقہ عمل سے ہے۔
اگر تم طالب فقر ہو تو وہ ہم نشینی پر منحصر ہے۔ یہاں پر زبان اور ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔ فقر نور ہے جو لوگوں کے دلوں میں جلوہ گر ہے یہاں پر کاغذات یا گفتگو کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب توجہ اور فیضان کی بات ہوتی تو یہی عجز و نیاز کا دامن ہاتھ میں ہوتا۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُم (حجرات)

ترجمہ :اس اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے سینوں میں اسے خوب صورتی عطا کی۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے: مجھ پر جس قدر نوازشات حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی ہیں وہ صرف اس لئے کہ میری والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ میرے والد مرحومؒ نے دوسری شادی کر لی تھی۔ پھر دوسری بیوی کی اولاد ہوتے ہوئے مجھ پر پوری توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ پہلے میری پرورش حضرت قاضی صاحب کی بیگم (تائی صاحبہ) نے دامنِ رحمت میں کی جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت قاضی صاحب نے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ یہ سب اس وجہ سے کہ میں یتیم تھا اور والدہ نہ تھیں۔ میری پرورش کو وہ عبادت جان کر سرانجام دیتے رہے۔ اس تذکرہ کے بعد اکثر آب دیدہ ہو جاتے اور بار بار یہ شعر فرمایا کرتے:

دل نوازیہائے لیلیٰ کرد مجنوں را خراب
ورنہ آں بے چارہ را میلِ ھوا داری نہ بود

ترجمہ: لیلیٰ کی شفقت اور محبت نے مجنوں کو مجنوں بنا دیا ورنہ وہ عشق و مستی

Marfat.com

کے میدان کا آدمی نہ تھا۔

۵۔ کفایت شعاری

کفایت شعاری کا تصور عام طور پر زیادہ نازک اور لطیف تھا۔ ہم لوگ جب تک دیکھ نہ سکے عملی صورت سے ناواقف تھے۔ فرمایا کرتے ''حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ نہاتے وقت سر پر لسی ڈالتے، صرف ایک آہنی لوٹا پانی ہوتا۔ سر لسی کے اثرات سے صاف ہو جاتا۔ نہا کر پھر وضو بھی اسی لوٹے کے پانی سے فرماتے۔ اس قدر اسراف سے آپ احتراز فرماتے کہ آدمی حیران ہو جاتا''۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا معمول بھی کفایت شعاری کے باریک سے باریک واقعات سے لبریز نظر آتا ہے۔ مثلاً لباس کے ذکر میں درج ہو چکا ہے کہ پرانے تہہ بند سے سر کے رومال اور ہاتھ اور لب خشک کرنے کے لئے ٹکڑے بلکہ اس سے بھی آگے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر استعمال کرتے۔ جو پانی کا لوٹا ہر وقت چارپائی کے ساتھ رکھا جاتا غور سے دیکھا جائے تو اس کی ٹونٹی میں لوہے یا سیسے کا ٹکڑا لگا دیا جاتا تا کہ پانی کی مقدار کم از کم خارج ہو۔ یہ بھی دیکھا گیا جو ڈاک لفافے حضرت کی خدمت میں آتے ان کے خالی کاغذ قینچی سے علیحدہ کر لئے جاتے اور انہیں تعویزات میں استعمال کیا جاتا۔ ادھر اس قدر کفایت شعاری کہ نعوذ باللہ بخل کا تصور پیدا ہو جاتا ادھر انفاق کے مناظر جنہیں دیکھ کر دیدۂ بینا اور روشن ہو جائے۔

یاد پڑتا ہے کہ راقم کے والد حکیم محمد خلیل الرحمٰن ایک دفعہ درس کے تمام طلباء کو لے کر خدمت میں حاضر ہوئے صبح کے ناشتے میں گھی اور میوہ جات سے گداز حلوہ نما

Marfat.com

مٹھائی تقسیم ہوئی مگر ایک طالبعلم کو حصہ نہ ملا۔ خادم نے جا کر عرض کیا ایک طالبعلم محروم رہ گیا ہے۔ فرمایا سارا مرتبان ہی اٹھالاؤ۔ وہ تقریباً تین کلوگرام وزن کا ہوگا۔ سب لوگ حیران رہ گئے اس قدر بے نیازی ہے ورنہ ایک آدھ ٹکڑا ہی بھیج دیتے جس کی ضرورت تھی۔ یہ دونوں صفات۔ کفایت شعاری اور انفاق متضاد صفات ہیں۔ مگر کمال یہ ہے کہ آپ کے ہاں دونوں اپنے اپنے مقام پر کمال جلوہ فروز ہیں۔

نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف

ترجمہ: یہ کس وسیع الظرف سلطان کے دل کی بات ہے۔

کم درجہ کا آدمی ان ہر دو متضاد کیفیات کو سنبھال نہیں سکتا۔ یہ بات ۱۹۵۰ء کی دہائی کی ہے کہ کوٹھی کے قریب تین چار مرلہ کا پلاٹ خوب تیار کیا گیا اور گنے کی قیمتی قسم کاشت کی گئی جو بہت شیریں اور گداز تھا۔ نگہداشت کا حق بھی ادا کیا گیا۔ چاروں طرف باڑ لگائی گئی، پانی، گوڈی بر وقت ہوتی رہی۔ تقریباً فروری مارچ میں وہ بالکل تیار ہوگیا۔ اب حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے حکم سے درویشوں کے لئے باڑ اٹھادی گئی اور ہر درویش اور مہمان کو اجازت تھی کہ وہ گنے توڑ کر استعمال کرے۔ راقم حیران تھا کہ اس قدر احتیاط کہ جانور تک کھیت میں داخل نہیں ہوسکتا اور اب اس قدر آزادی کہ ڈیرا پر آنے والا بلا روک ٹوک وہ پھل استعمال کرسکتا ہے۔ انتہاء کی احتیاط جب تک پرورش نہ تھی پھر انتہاء کی بے نیازی جب وہ قابلِ استعمال بن گیا۔ زندگی بھر دونوں مناظر روبرو رہے۔ یہ کمال دیکھ کر معمولی نظر حیران رہ جاتی۔

تغمدھم اللہ بغفرانہ

Marfat.com

۶۔ صبر و توکل

حضرت صاحبزادہ صاحب کی پوری زندگی کے واقعات کا تجزیہ کریں تو مصائب و آلام کا ہجوم نظر آتا ہے۔صبح زندگی میں ہی شام کی تاریکی دیکھائی دیتی ہے۔ والدہ ماجدہ کا شیر خوار بچہ چھوڑ جانا، پھر شفیق تائی صاحبہ کا آٹھ سالہ نونہال کو الوداع کہنا۔ آٹھ سال کا بچہ نہ بچہ ہوتا ہے نہ جوان ،شعور کی ابتداء ہوتی ہے مگر پختگی کے نشان کم ، والد مرحوم کی دو بیویاں اور ان کی اولاد، درست ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے کفالت کا بیڑہ اٹھایا مگر مرد کہاں تک بچہ کی نگہداشت کر سکتا ہے۔ بہت سے فطری عوامل ہیں جو مرد کو کفالت سے پورے طور پر عہدہ براء نہیں ہونے دیتے۔خصوصاً بچہ کی صفائی، خوراک میں عملی دلچسپی اور مادری محبت کا فطری عمل مرد سے پورا ہونا بہت دور کی بات ہے۔اور حضرت قاضی صاحب اس دور میں جادۂ سرفروشی پر پورے انہاک سے گامزن تھے۔ راہِ خدا ایسی ہی ہے جہاں اپنی ذات کے بھی پرزے ہو جاتے ہیں دوسروں کی کیا یاد؟

صنع بیند مرد محجوب از صفات
در صفات آں است کو گم کرد ذات
واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر
کے کنند اندر صفات او نظر
چونکه اندر قعر جو باشد سرت
کے برنگ آب اند از منظرت

Marfat.com

ترجمہ: جو شخص صفاتِ خداوندی سے شناسا نہیں وہ ظہورِ افعال کا مشاہدہ کرے گا۔ اور صفاتِ خداوندی میں وہ شخص منہمک ہوگا جو ذاتِ خداوندی کی معرفت سے خالی ہے۔ اہل وصل ذات خداوندی میں فنا ہوتے ہیں اس لئے صفاتِ خداوندی پر ان کی نگاہ نہیں اٹھتی۔ جس طرح نہر کی تہہ میں بیٹھے شخص کو رنگِ آب نظر نہیں آتا۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت قاضی صاحب قدس سرہ سفر و حضر میں ان کو ہمراہ رکھتے۔ تربیت کی نگاہ سے دیکھیں تو اور بات ہے مگر گھر کا سکون سفر میں کہاں؟ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ جب تک طاقت میں رہے سواری کا ہرگز خیال نہ فرمایا، پیدل ہی پیدل سفر کرنا معمول رہا۔ گجرات سے آوان شریف تقریباً ۳۵ کلومیٹر کا سفر ہے اکثر و بیشتر پیدل سفر ہوتا۔ سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا طوفان، چل سو چل رہتا۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی شادی حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مبارک دور ہی میں ہوگئی۔ شادی کیا ہوئی غم واندوہ کا دور شروع ہوگیا۔ گھر کا سکون نہ رہا۔ بالآخر دشواری کے دن رات گزرنے لگے۔ گھبرا کر سفرِ دیوبند کیا۔ یہ المناک داستان پتھر دلوں کو رلا دینے والی ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی رضامندی کو وصول کیے بغیر کھڑی شریف جانے کا ارادہ ظاہر کر کے گھر سے نکلے، پھر انگوٹھی بیچ کر کرایہ بنایا، ساتھی کو جبراً گجرات سٹیشن پر الوداع کہہ دیا۔ واپس جا کر اس نے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو رو رو کر داستان سنائی تو وہ کوہِ صبر و استقلال سخت پریشان، ادھر یہ دیوبند پہنچ گئے۔

Marfat.com

دردمند انسان بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کس قدر غیر معمولی حالات تھے جنہوں نے حضرت قاضی صاحبؒ کی شفقت سے دور جانے پر آمادہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد والد کی وفات اور گھر میں سوتیلی ماؤں اور ان کی اولاد کی موجودگی، پھر ان سب کی کفالت کے ساتھ ساتھ حضرت قاضی صاحبؒ کی علالت و تیمار داری کے فرائض مہمانوں کا ہجوم، پھر عین پیرانہ سالی پر حضرت مائی صاحبہ آپ کی زوجہ محترمہ کا وصال، ہر متاہل آدمی جانتا ہے پیرانہ سالی میں وفا شعار۔ معاملہ فہم اور منتظم ذہن کی مالک بیوی کا گھر میں نہ ہونا اس سے گھر کے معاملات پر اور خود اس شخص کی اپنی زندگی پر کس قدر ناخوشگوار اثرات پڑتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا وصال سب سے زیادہ اندوہناک واقعہ تھا۔ ان کے جانے کے بعد معاملات کی وسعت اور فرائض کی سنگینی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ یہ تمام چیزیں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے بصد مسکراہٹ اٹھا رکھی تھیں۔ تقریباً تیس سال جو ان گناہگار آنکھوں نے دیکھے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ ایک مستقل جسمانی بیماری جس کا تذکرہ باشعور انسان کے لئے لرزہ خیز ہے۔ تقریباً پندرہ سال تک نظر کی بندش، گھر میں صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ اور ان کے بچوں کی مستقل علالت بلکہ ان کی جسمانی بیکارگی اس قدر دکھ دیتے ہیں کہ کلام و بیان سے قاصر ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ گھر میں ہر شخص مستقل بیمار ہے۔ مقصود الحق صاحبؒ آپ کے پوتے ہیں جن کی دونوں ٹانگیں بیکار ہیں بغیر سہارا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے۔ انہیں ایک مرتبہ فرمایا ''میرے پاس نہ آیا کرو، کیونکہ انہیں کوئی

آدمی اپنی کمر پر اٹھا کر لاتا۔ یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اتنا وجیہ جوان اور جسمانی طور پر معذور"۔ یہ حالات رہے مگر آپؒ کے قلب ونظر پر عکس بالکل مختلف رہا۔ ہزاروں لوگ اپنے مصائب کا تذکرہ کرتے اور تسلی وتشفی کا سامان لے کر جاتے۔ مگر یہ نہیں ہوسکا کہ اپنی ذاتی مصیبت کا تذکرہ آپؒ نے کبھی بھی اشارہ وکنایہ میں فرمایا ہو۔ اکثر اوقات لوگ حضرت صاحبزادہ صاحب سے مزاج پرسی کرتے تو فرماتے گزارہ ہو رہا ہے۔ کبھی فرماتے گزر رہو رہی ہے۔ پھر فرماتے اگر حالات کی صحیح تصویر بتائیں تو گلہ بن جاتا ہے، اگر نہ بتائیں تو جھوٹ بن جاتا ہے۔ یہی مناسب ہے کہ گزر رہو رہی ہے۔ (الحمدللہ)

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مقتدر خلفاء میں ایک پٹھان بزرگ چُپ سائیں ہوئے ہیں۔ وہ کئی سال بمقام موجوکی ضلع گجرات رہائش پذیر رہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ارشاد کے مطابق ان کی پوری زندگی زہد وریاضت کا مجموعہ تھی۔ ان کی غذا مصبر اور سنامکی گھوٹ کر اس میں اس قدر لسی ڈال لیتے (نعوذ باللہ)۔ سخت جاڑے میں وہ اس قدر پریشان حال ہوتے کہ چلتے کنوؤں کی گدی پر انھیں بٹھا دیا جاتا اور پوری پوری رات اس پر بیٹھ کر گزار دیتے۔ بعض دفعہ باہر گاؤں کے مضافات میں موجود تالاب میں بٹھا دیے جاتے۔ کثرت ریاضت کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو چکا تھا۔ ان کے خادم خاص چوہدری فتح علی مرحوم، جو خود بھی درویش صفت انسان تھے۔ کے بیان کے مطابق گاؤں سے سوت کی اٹیاں منگوالی جاتیں اور بیٹھے بیٹھے انھیں لچھے بنا کر واپس کر دیتے۔ یہ انھوں نے دراصل طبیعت کی شدت پریشانی میں مصروفیت کی ایک طرز بنا رکھی تھی۔ خود حضرت صاحب کا ارشاد ہے: چُپ سائیں عموماً ویرانہ میں

Marfat.com

رہتے اور باجرہ کی روٹی ایک طرف پکی ہوئی اور دوسری طرف سے غیر پختہ ہی لے کر لسّی میں ڈال لیتے اور وہ پیالہ باہر ویرانہ میں لے جاتے۔ کبھی کبھی حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں دور سے گزارش کرتے کہ: حضرت مجھ پر رحم فرمایئے، ترس کیجیے۔ بقول چوہدری فتح علی مرحوم: ایک دفعہ سائیں چُپ حضرت قاضی صاحب کے وصال کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔ واپس پھر موجوکی گئے، تو صحت بہت اچھی تھی۔ چوہدری صاحب مرحوم کہتے ہیں کہ میں نے ہنس کر کہا کہ اس دفعہ آپ کو کچھ ملا ہے، آپ کی صحت بہت اچھی ہے۔ وہ بولے بہت کچھ ملا ہے۔ میں نے اصرار کیا کہ کیا ملا ہے تو وہ فرمانے لگے: نصیحت ملی ہے۔ میں نے پھر اصرار کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا: میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پیچھے پیچھے سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ دوسری تیسری سیڑھی چڑھتے ہوئے میرے منہ سے ہائے کا لفظ نکل گیا۔ پختہ سیڑھی پر کھڑے حضرت صاحبزادہ صاحب نے میری طرف توجہ فرما کر کہا۔ سائیں اگر میں اس وقت موجود ہوتا جب تم میدان وفا میں داخل ہونے آئے تھے تو میں اس وقت قاضی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا کہ اس کمزور دل انسان کو اس میدان میں نہ لانا۔ اس کی زبان سے ہائے کا لفظ نکل آتا ہے۔ اس پر سائیں صاحب بہت خوش ہوئے۔ اس قدر خوش کہ روحانی بالیدگی نے جسمانی رنگ وروغن کو نکھار دیا۔

وَلِلاَرْضِ مِنْ کَأسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ

ترجمہ: زمین کے لئے اہل سخاوت کے جام میں حصہ ہوتا ہے۔

ایک پُر لُطف واقعہ انھیں سائیں چُپ کا چوہدری فتح علی صاحب مرحوم سنایا

کرتے تھے: ایک دفعہ سائیں نے سخت بے قراری میں فرمایا کہ کوئی اچھی آواز والا آدمی لاؤ جو پنجابی صوفیانہ کلام سیف الملوک سنائے۔ وہ ایک راز کے تحت ایک شاہ صاحب خوش آواز کو ساتھ لے گئے جو بہت قد آور نوجوان تھے۔ اور عشق مجازی میں گر کر مست ہو چکے تھے۔ چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ جناب گانے والا صاحب لایا ہوں۔ سائیں صاحب نے کہا، کچھ سناؤ۔ شاہ صاحب مذکور نے ارادۃً اپنی محبت کے معاملہ اور لوگوں کی تلخ نوائی کو پیش نظر رکھ کر پنجابی ماہیا گانا شروع کر دیا جب انھوں نے یہ شعر پڑھا:

باگے وچ ہرنی اے۔ جیھڑی گلوں لوک ٹھا کدے اساں اوھو کرنی اے

سائیں صاحب کو ناگوار گزرا تو شاہ صاحب کا بازو ہلا کر فرمایا: وہ کیسے کرنی اے؟ بس یہ کہنا تھا کہ شاہ صاحب پکار اٹھے۔ میں تو جل گیا، جل گیا۔ سائیں صاحب چوہدری صاحب کو کہنے لگے کہ تم تو بیمار آدمی لے آئے ہو، اسے فوراً گھر پہنچاؤ۔ چنانچہ رات بھر پانی کی مشکیں گرائی جاتی رہیں اور بڑے پنکھوں سے ہوا دی جاتی رہی۔ مگر شاہ صاحب کی حالت خراب تر ہوگئی۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یاد تھا یہ سب کچھ سائیں چُپ کا کیا کرایا ہے۔ چنانچہ صبح حاضر ہو کر شاہ صاحب کو ساتھ لے گیا عرض کیا کہ رات بڑی مشکل سے گزری ہے۔ انھوں نے پھر آگے بڑھ کر بازو تھام کر فرمایا: کیا ہو گیا تھا؟ اتنا کہا تو شاہ صاحب کی طبیعت سنبھل گئی۔ اندازہ فرمائیں حضرت سائیں صاحب اس قدر سوزش باطن سے لبریز ہو چکے تھے۔

اکتوبر ۱۹۶۰ء میں گورنمنٹ پاکستان نے مزارات کی وقف املاک کی تفصیل

Marfat.com

طلب کر لی۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مزار پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے خود ستر بیگہ زمین خرید کر دی تھی۔ جب تفصیل دی گئی تو حضرت نے حکومت کے اہل کاروں کو باصرار فرمایا کہ میں مستقل طور پر گجرات ہی رہائش پذیر ہو چکا ہوں۔ میں وقف اراضی کی کماحقہ دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ اس لئے حکومت سے درخواست ہے کہ وہ اس زمین کو تحویل میں لے لے۔ یہ ایسا اقدام تھا جو ہر مخلص آدمی کے لئے دکھ دینے والا تھا۔ اس پر اکثر احباب نے گجرات کے معروف وممتاز دیوانی وکیل مرزا محمد یعقوب کو آپ کے اس اقدام سے باخبر کیا۔ مرزا صاحب کا قانونی نکتہ یہ تھا کہ جب اصل مالک جس نے زمین قیمت دے کر حاصل کی ہے، موجود ہے تو وقف ٹوٹ سکتا ہے۔ حضرت نے انھیں بلا بھیجا اور بقول مرزا صاحب، انھیں فرمایا: میں نے ۷۰،۷۵ سال کی عمر میں مشکل سے یہ نیم پختہ ایمان حاصل کیا ہے کہ میری روزی اللہ تعالےٰ کے پاس ہے مگر ان حضرات کا خیال ہے کہ میری روزی ۷۰ بیگہ زمیں میں ہے جو کہ میں نے دربار آعوان شریف کے لئے وقف کر دی ہے۔ یہ ایسا جملہ تھا جو ایمان باللہ کے بلند ترین مقامات کا آئینہ دار تھا۔ اس لئے تمام مخلص حضرات خاموش ہو گئے۔ چنانچہ اس قدر زرخیز اراضی حکومت کی تحویل چلی گئی۔

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافری است
راہ رو گر صد ہنر دارد توکل مابدش

ترجمہ: تقویٰ اور عقل پر اعتماد کرنا طریقت میں کفر کے برابر ہے۔ جادہ حق پر چلنے والا اگر سو ہنر بھی رکھتا ہو تو اسے توکل کا دامن تھامنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ ضبط وتحمل

حضرت صاحبزادہ صاحب ضبط وتحمل کے کوہ گراں تھے یہ دونوں لفظ قریب المعنیٰ ہیں مگر فرق واضح موجود ہے۔ضبط کا تعلق روحانی اسرار ورموز سے ہے اور تحمل اکثر مصائب وشدائد کے وقت بولا جاتا ہے۔اگر قریب ہو کر دیکھیں تو جسطرح روحانی ہر چیز مادی اور جسمانی سے افضل ہے اسطرح ضبط کو بھی تحمل سے بالاتر مانا جائیگا عین ممکن ہے تحملِ شدائد میں آدمی پورا پورا حق ادا کردے مگر جب روحانی فیوض وبرکات کا ورود ہوتا ہے تو ان پر مکمل قابو پائے رکھنا انتہائی مضبوط ومستحکم اعصاب کا کام ہے۔

تھا ضبط بہت مشکل اسرار ومعانی کا ..... کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

واقعی ضبط اسرار انتہائی جوانمردی اور بلند حوصلگی کا متقاضی ہے۔سید الانبیاء وارث ارض وسماء کی پوری زندگی ضبط وتحمل سے بسر ہوئی مکی زندگی تحمل شدائد میں رہی اور ساتھ ہی ساتھ ضبط اسرار کا دامن پکڑے رکھا۔اگرچہ انبیاءؑ سب سے آگے ہیں مگر ضبط نفس کی حکماً انھیں اجازت بخش دیتے ہیں جو تبلیغ کے ضمن بیان کرنا فرض ہو جاتا ہے۔مثلاً سراقہ بن ھیثم کو بتا دینا تیرے ہاتھوں میں قیصر وکسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں یہ وہ اسرار ہیں جن کا حکماً اظہار کیا جا رہا ہے اور اس دلیل میں نبوت کا راز پنہاں ہے۔تحمل ایسا عمل ہے جو نظروں میں آجاتا ہے تقریباً نظر کی رسائی ہو ہی جاتی ہے اس میں جسمانی ساخت کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔اگرچہ احوال وکوائف مستور رہتے ہیں مگر ضبط نفس ایسا مہر بہ سر عمل ہے کہ اس کا سراغ تک نہیں ملتا۔سبحان اللہ! جس قدر عظمت

بڑھتی جاتی ہے ضبط کا دامن مضبوط در مضبوط ہاتھوں میں چلا جاتا ہے ۔ جناب شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور جناب محی الدین ابن عربیؒ ہم عصر ہیں ، ملاقات کا بھی تذکرہ کتابوں میں موجود ہے کسی نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا! 'لَوْ لَمْ یَقُلْ لکَانَ خَیْرًا لَه' اگر ابن عربی اپنے مکاشفات نہ فرماتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ مطلب ہوا انہیں ضبط کر جانا ضروری تھا۔

فوائد الفواد میں حکایت ہے کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے کہا جناب بابا ٹمن سلام عرض کرتا تھا اور پیغام دیتا تھا جو آدمی حضور اکرم ﷺ کی محفل میں آپ سے ملاقات کرتا ہے وہ سلام بھیج رہا ہے آپ نے فرمایا! و علیک و علیہ السلام وہ شخص بولا حضرت بابا ٹمن کیسا آدمی ہے؟

ڈمن مرد خوب است مگر ضبطے نہ دارد' حضرت نے فرمایا وہ اچھا آدمی ہے مگر ضبط نفس نہیں ہے، (جو کہ نقص ہے)

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی ساری زندگی بلکہ ہر ہر لمحہ تحملِ شدائد میں گزرا ہے۔ اپنی مستقل بیماری، گھر میں ہر شخص بیمار، ہر زائر کی تکالیف غرضیکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں مصائب و آرام کا نقشہ پیش نظر نہ ہو مگر جان قربان کیجئے اس ذات بے مثال پر جس کا ماتھا شکن آلود نہ ہوا۔ اگر ہوا بھی تو دوسروں کی خاطر، دکھ درد جھیلے بھی تو اوروں کے لئے، بقول حضرت فاروق شاہ صاحبؒ آف جماپورا انکے خاندان کے ایک بزرگ اپنی ذاتی تکالیف رو رو کر بیان کرتے رہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بھی زار و قطار

Marfat.com

رو رہے ہیں اور سن رہے ہیں ملاقات کے اختتام پر شاہ صاحب جانے لگے تو عرض کیا حضرت! میرا دل اب بالکل ہلکا بلکہ ہلکا پھلکا ہو گیا ہے اہل محفل میں کسی نے انہیں کہا شاہ صاحب! ادھر بھی دیکھو رونے نے کیا حال کر دیا ہے۔ گفتار کے عنوان پر عرض کیا تھا کہ جناب حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بات کرتے وقت:۔

'مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ'

ہر ہر بات پر نگہبان ونگران فرشتہ کا حضور محسوس کرتے اسلئے کوئی زائد لفظ ہر گز ہر گز نہ سنا گیا۔ ضبط میں بلند سے بلند تر مقامات کے وارث ہو کر بھی کمی محسوس کرتے رہے کہ ابھی کمی ہے ابھی کمی ہے بہت بہت مبارک وہ لوگ ہیں جو اسرار یزدانی کے امین ہیں۔

سترّ غیب آں را سزد آموختن

که تواند لب ز گفتن دوختن

ترجمہ: عیب جاننا اسی ہستی کو مبارک ہو، جو لب کشائی نہیں لب دوزی کر سکے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے خود ایک دفعہ فرمایا 'مدتوں یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ قاضی صاحب قدس سرہ عالم ہیں مگر درویش جو غوث ابدال تک جاتے ہیں وہ نہیں ہیں۔ ہاں عربی کتب تفسیر حدیث، منطق، فلسفہ میں بے مثال استاد ہیں فقط ماہ دو ماہ تک یہ خیال پختہ ہو گیا۔ ایک دن حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے فرمایا! صندوق سے بہار دانش (فارسی منظوم کتاب) لاؤ، اوپر ہی تھی، کھول کر فرمایا پڑھو، ایک درویش کی حکایت تھی جو دریا کے کنارے رہتا تھا اپنے خادم کو شام کے وقت کہنے لگا آج یہاں محفل ہے تم چلے جاؤ، خادم اصرار کر کے کٹیا میں چھپ گیا، کیا دیکھا کہ لوگ آ رہے ہیں

Marfat.com

شیر پر، چیتے پر، ہوا کے دوش پر شیر کی سواری کر کے۔ مگر وہ بزرگ ایک دیئے کی روشنی جو دریا میں آرہی تھی کی طرف چلے گئے۔ وہ کشتی تھی بزرگ اترے اور محفل میں صدارت کی خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔ کچھ مدت کاروائی ہوئی اور حسب سابق واپس چلے گئے۔ خادم نے پوچھا جس کا آپ نے استقبال کی وہ کون تھے وہ بولے 'یہاں ہر آنے والا کرامات کا عاشق تھا مگر کشتی والا ایسا تھا جس پر کرامات عاشق ہیں' یہ فرمایا اور حکم دیا کتاب بند کردو، کتاب اسی طرح صندوق میں رکھ دی. اب یہ قاری کا فرض بنتا ہے کہ وہ سوچے، کس باطل خیال نے دل کو متاثر کر رکھا تھا اور اس کی وجہ صرف اور صرف حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا ضبط اسرار تھا اور جس انداز سے باطل خیال کو دور کیا وہ کس قدر لطیف و نازک تھا۔

یہ درست ہے اہل ضبط اس قدر شہرت نہیں پاتے وہ اسلیے کہ وہ بے نیاز ہو جاتے ہیں لوگوں کی آراء سے وہ بلند تر ہو جاتے ہیں اور یہی ان کے کمال و علو کا نمایاں ثبوت ہے۔ حضرت جنیدؒ سید الطائفہ کی محفل میں ہر شخص مست و پر کیف ناچ رہا تھا مگر جناب خود اپنی جگہ پر متمکن تھے کوئی ظاہری تبدیلی نظر نہیں آرہی تھی کسی راز دار نے عرض کیا حضرت آپ بالکل باہوش اور پرسکون۔ یہ کیسے ہوا ہے؟ فرمایا:۔

'وَ تَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ'

ترجمہ:۔ تم پہاڑوں کو دیکھ کر کہتے ہو یہ ایک جگہ پر قائم ہیں حالانکہ وہ بھاری بادلوں کی طرف بھاگ رہے ہوتے ہیں۔

یہ ضبطِ احوال کا نقشہ ہے جن اہل خدا میں ضبط نہیں رہتا وہ حقیقۃً مقامات عالیہ تک رسائی

Marfat.com

کی اہلیت کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمان جامیؒ نے سِیَرُ الاَ ولیاء میں حکایت بیان فرمائی ہے ایک مرشد پاک نے دس آدمی چلہ پر بیٹھائے اور ایک خادم ان کی نگرانی پر مقرر کیا آخری روز فرمایا' دیکھنا آج آخری روز ہے کوئی بھاگ نہ جائے رات کو حسب معمول انہیں ضروریات سے فراغت کے لئے نکالا گیا جب دوبارہ بند کیا گیا تو دو آدمی بھاگ کر جنگل چلے گئے اندھیرے میں خادم ایک کو پکڑ کر لایا مگر دوسرا بھاگ گیا۔ حضرت مرشد نے فرمایا وہ ایک ضائع ہو گیا ہے اور افسوس فرمایا۔ صبح ہوئی تو وہ شخص مستوار تھا اور کرامات کا ظہور ہو رہا تھا اور لوگ اپنی مرادیں پا رہے تھے باقی سب کے سب اپنے عام لباس میں با ہوش وحواس زندگی گزارنے لگے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن یہ لوگ ضبطِ اسرار کی تعلیم میں رنگے جا چکے تھے اور پختہ کار ہو گئے دوسرا جو ضبط اسرار کی فصیل کو توڑ گیا بے راہ ہو گیا۔

خوشتن را ساز منطیقئی حال .... همچو ما نے سُخرہ قیل و مقال

ترجمہ: تمہارا حال تمہاری طرف سے بول رہا ہو، ہماری طرح نہیں ہونا چاہیے جو کہ قیل ومقال کے پابند ہو چکے ہوں۔

۸۔ وفا

ایسا معلوم ہوتا ہے اولیاء کرام وفا کا مرقع ہوتے ہیں۔ چونکہ انکی ساری صفات خداوندی صفات سے متصف ہوتی ہیں اسلئے ان میں دوام اور پختگی پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

'وَ مَنْ اَوفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہ' ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر باوفا اور کون ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ میں وفا کا وصف ہر متعلق کے ساتھ قائم رہا۔ وصال سے دس بارہ سال پہلے فرمایا' پھٹے پرانے کپڑے بدلنے کو جی نہی چاہتا' جس نے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو دیکھا ایسے ہی لباس میں پایا۔ طبعیت ان کپڑوں میں مانوس ہو جاتی، انکی فرقت میں ملال پیدا ہوتا جو لوگ بھی محفل میں حاضری دیتے انکی پرسشِ احوال ضرور ہوتی۔ اگر بلا اطلاع وہ حاضر نہ ہوتے تو انکے گھر آدمی روانہ کیا جاتا۔ اگر بالفرض وہ بیمار ہو جاتے تو انہیں تاکید کر دی جاتی دن میں ایک دو بار ضرور حضرتؒ کو باخبر رکھیں۔ دور والے لوگوں کے خطوں کا جواب بالالتزام لکھا جاتا۔ پہلے جب خود لکھا کرتے تو قدرے تاخیر سے لکھنے کی معذرت کا اظہار فرماتے جب آخری دور آیا تو اہل علم حضرات سے احباب کو جوابات تحریر کرائے جاتے، مگر الفاظ و بیان حضرت کا اپنا ہوتا تھا کئی دفعہ جوابات تحریر کرنے میں خاصا وقت صرف ہو جاتا۔

محفل میں ایسے لوگوں کی کثرت رہی جنکے باپ دادا حضرت قاضی صاحبؒ یا خود حضرتؒ کی محفل میں حاضری دیتے رہے اور اب کہ وہ آپ آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے بڑوں کی بڑائی میں اولاد کو کتنا حصہ ملتا ہے کئی مختلف انواع کی خامیاں ہوتی ہیں مگر حضرتؒ کے تعامل میں بڑا لحاظ، بڑی وقعت و احترام ان بچوں کو حاصل رہا اور یہ سب کچھ ان کے بڑوں کے ساتھ وفا کا جذبہ تھا۔ راقم کے والد حکیم محمد خلیل الرحمانؒ مرحوم تقریباً دس سال کے عرصہ میں مختلف اوقات پر حاضر ہوتے رہے۔ اور مجھے دس سال متواتر اور اٹھارہ سال غیر متواتر حاضری کا شرف حاصل رہا۔ اس سارے عرصہ میں

اکثر اوقات صاف صاف نظر آجاتا کہ حضرتؒ میرے والد مرحوم کا پاس و لحاظ فرما رہے ہیں ورنہ میری گستاخی صد مواخذہ ہے اور لطف اور بلندی یہ ہے کہ اس کرم کی وجہ کا اظہار نہیں کر رہے۔ بہت سے احباب ایسے بھی دیکھے جو متواتر حاضر ہوتے رہے مگر دنیاوی الجھنوں کی وجہ سے غائب رہنے لگے حتی کہ بالکل کنارہ کش ہو گئے ان کا تذکرہ کسی صورت غلط انداز سے نہ کیا جاتا حتی المقدور ان کے تذکرہ سے گریز فرماتے اور ان کی ممکنہ خوبیوں کو پیشِ نظر رکھتے احباب کیطرف پر حسرت انداز میں فرماتے اگر ہماری غلطی کی بنا پر کنارہ کش ہوئے تو بہتر تھا بتا دیتے تا کہ ہم لوگ ان سے معذرت کر لیتے اور اس قدر دوری نہ ہوتی۔

ابتدا میں ہی بیان ہو چکا ہے حضرت کی والدہ عالمِ شیر خوارگی میں ہی فوت ہو گئیں تو حضرتؒ نے آوانشریف کے معروف و مشہور خاندان کی خاتون کا دودھ پیا۔ چنانچہ اس خاندان سے اس رضائی نسبت کو تاحیات نباہا حتی کہ اس خاتون کے پوتے کی اسقدر عزت و منزلت فرمائی کہ صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ اور ان کے بیٹے صاحبزادہ منصور الحقؒ کو بلا کر فرمایا 'اس شخص کی غذا اور رہائش کا خاص خیال رکھنا، نام لے کر فرمایا' گوشت اور شیرینی کا کھانے میں ضرور التزام کرتے رہیں' یہ آخری دور کا تذکرہ ہے جب نظر اپنے فرائض سے قاصر ہو گئی۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو وہ صاحب روائتی دنیادار کی زندگی بسر کر رہے تھے کسی غیر معمولی صلاحیت کے حامل نہ تھے مگر رضائی نسبت اس قدر مضبوط نسبت تھی جن کا احترام و فاداری کا تقاضا تھا ایک دفعہ وہ صاحب کسی غیر اہم وجہ سے صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ سے ناراض ہو کر حضرتؒ

Marfat.com

صاجزادہ صاحبؒ کے پاس آنا چھوڑ گئے۔ جب آپؒ حج بیت اللہ پر جانے لگے تو حاضر ہوئے حضرتؒ نے فرمایا' مجھے معلوم ہوا ہے تم میرے لڑکے سے ناراض ہو کر دو سال کے عرصہ میں یہاں نہیں آئے، اگر ایسا ہے تو اسکی غلطی مجھے معاف کر دو' بلا تبصرہ غور فرمایئے وفاداری کی کس منزل پر آپ فائز تھے جس میں معمولی سی لغزش کے تصور نے اپنے بچے کے ہم عمر بچے سے معذرت طلبی پر مجبور کر دیا۔

اصل میں وفا کے میدان میں وفاءِ خداوندی کے ساتھ انکی وفا کو دوام حاصل ہوتا ہے 'اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ' کے جملہ شرطیہ میں وہ جزا کی بازی کھیل رہے ہوتے ہیں ادھر آواز آتی ہے 'وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ' ادھر جواب میں اعتراف نامہ آجاتا ہے؛ 'مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوْا اللّٰہَ عَلَیْہِ' اب ان کے دوام کی بات ہوتی ہے تو قرآن نازل ہوتا ہے:۔

'مِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ وَمَابَدَّلُوْا تَبْدِیْلاً'

ترجمہ: وفا کی راہ میں انھوں نے جان کی بازی لگادی اور بعض جان کی بازی لگانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور ان کے عزم راسخ میں کسی تبدیلی کا امکان پیدا نہیں ہوا۔

'لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ.'

ترجمہ: جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا وہ اللہ تعالےٰ کا شکر گزار نہ بن سکا۔

کا فرمان اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے جو شخص لوگوں کی معمولی بلکہ خدائی نعمات کے مقابلہ میں حقیر نعمات کا حق ادا نہیں کرتا وہ پروردگار کی نعماتِ عظمیٰ کے حقوق کیسے ادا کر سکے گا کسی تاجر کا قول ہے جس شخص کا بازار کھرا نہیں ہے سمجھو اسکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ

Marfat.com

معاملہ بھی درست نہیں ہے خواہ وہ کس قدر پارسا بنتا پھرے۔ انسانی سلوک میں جب وفا کا دوام نظر آ جائے تو یہ پکی دلیل ہے یہ شخص خدائی معاملات میں بھی بے وفا نہیں ہو گا۔ غور سے دیکھا جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ وفا شعار ہے جس جس محور پر انہیں رکھا گیا ہے وہ چل رہے ہیں درخت اپنے برگ و بار پر قائم ہیں حیوانات اپنی خصوصیات کے پابند ہیں قرآن کریم انہیں خصوصیاتِ دائمہ کا تذکرہ فرما کر انسان کی بغاوت کو فرو کرنے کی سعی کرتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَاماً فَھُمْ لَھَا مَالِکُوْنَ وَ ذَلَّلْنَا ھَا لَھُمْ فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ وَمِنْھَا یَاْکُلُوْنَ وَلَھُمْ فِیْھَامَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ.

ترجمہ۔ کیا لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لیے اپنی کاریگری سے جانوروں کی تخلیق کی پھر (اب) یہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انہیں ان کا تابعدار بنایا تو وہ بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کا (گوشت) کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ کیا وہ شکر ادا نہیں کر سکتے؟

بات شکر گزاری کا درس دینا ہے مگر حسنِ ارشاد کیسا ہے شکر گزار جانوروں کے تذکرہ سے کلام کی ابتدا کی ہے جس کا مشاہدہ ہر گھر میں ہو رہا ہے پھر بغاوت کا تصور کیوں پیدا ہو۔ اہل نظر قرآن کریم میں درختوں اور جانوروں کے جا بجا تذکروں سے یہی درس لیتے ہیں معمولی سے چارہ دانہ کے صلہ میں ان کی وفا کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جسم کی توانائیوں ,خون اور دودھ سے انسانوں کو مستفید کرتے رہتے ہیں آخر کار اپنی

Marfat.com

جان بھی ان کی خدمت میں نثار کر دیتے ہیں یہی حال درختوں کا ہے سایہ پھل اور دیگر سائنسی فوائد مہیا کرتے رہتے ہیں بالآخر کٹ کر کبھی چولھے کا ایندھن اور کبھی گھر کے درو دیوار میں لگ جاتے ہیں اور کبھی میز، کرسی، صوفے اور پلنگ کی صورت میں آرام وزینت کا سامان مہیا کرتے ہیں چنانچہ سورۃ یٰسین کے آخر میں فرمان ہے ۔

'اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ'۔

ترجمہ اسی ذات باری تعالیٰ نے تمہاری خاطر سرسبز درخت سے آگ پیدا کی جس سے تم اوراگ جلاتے ہو۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے پاس آنے والوں کو معلوم ہے گجرات میں ایک عمدہ نسل کی گھوڑی ڈیرہ پر ہمیشہ رہی۔ اس پر سواری یا بار برداری کا کام نہ لیا جاتا شہر میں ویسے بھی ضرورت نہ تھی۔ اس کے رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ صاحبزادہ مظہر الحق صاحبؒ پاکستان بننے سے پہلے اس پر سوار ہوتے تھے بعد میں اسے اسی نسبت سے نہ بیچا گیا اور نہ ہی ا کسی اور کام کی ضرورت پڑی۔ سالہا سال زندہ رہنے کے بعد بالآخر وہ اپنی طبعی موت سے ہی جدا ہوئی۔ میں نے ایک محترم دوست سے پوچھا کیا لاہور میں جہاں آپ رہتے ہیں دودھ خالص مل جاتا ہے کہنے لگے خالص دودھ تو شیر خوار 'کتا' پیتا ہو گا انسانوں کو ملنا بہت مشکل ہے' یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حیوانات اپنے فرائض میں مخلص و وفادار ہیں انسان کی وفا کا تصور تو ان کے سامنے سورج کو آئینہ پیش کرنا ہے۔

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایمان ہے
مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

Marfat.com

۹۔ حسنِ معاشرت

اولیاء اللہ کے نام سے ہی یہ تصور ابھرآتا ہے کہ دنیا سے ان کی زندگی الگ تھلگ گزری۔ حالانکہ حقیقت اس کی گواہ نہیں رہی۔ ترک دنیا کا تصور جو ہماری نظریں دیکھتی ہیں، یہ راہبانہ تصور ہے جسے اسلام کی تائید قطعاً حاصل نہیں۔ مولانا روم نے جامع انداز میں دنیا کی تعریف فرمائی ہے:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے نمائش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ: دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہو جانے کا نام۔ قیمتی لباس، چاندی، بچے اور بیوی کا نام دنیا نہیں ہے۔

ساری زندگی گواہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ حسن معاشرت کا نمایاں نمونہ تھے۔ جو شخص بھی حاضر ہوا اس کے مقام و منزلت کو پیش نظر رکھ کر محفل کا آغاز کیا۔ خصوصاً سادات خاندان کے افراد کو بالاصرار کرسی پر بٹھاتے۔ اہل ثروت یا حکومت کے اہل کاروں کے ساتھ بھی امتیازی برتاؤ ہوتا۔ اگر وہ حقہ نوشی کے عادی ہوتے تو بالالتزام ان کی یہ ضرورت پوری کی جاتی اگرچہ حضرتؒ خود حقہ نوشی نہیں کرتے تھے۔ تاوقتیکہ کثرتِ حضور سے ان کے دلوں میں اس اہتمام سے دلی نفرت اٹھ آتی تب بھی فرماتے آپؒ کے نیچے بیٹھنے سے مجھے شرم آتی ہے۔

مزاج اور پیشہ کا پورا خیال کیا جاتا۔ اکثر زمیندار حاضر ہوتے تو فصل اور موسم کے حالات دریافت کرتے۔ مال مویشی کی بات ہوتی تو انہماک سے ان کی گفتگو

Marfat.com

سنتے۔ حضرت ان کے ہر فقرہ یا جملے پر حکیمانہ انداز میں اپنی رائے ظاہر فرماتے۔ جس سے متاثر ہو کر آدمی قلبی سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ یہ محفل حاضر ہونے والے کی خواہش پر اختتام پذیر ہوتی، اس میں راز دیکھا گیا۔ محفل میں جب گفتگو پورے طور پر مکمل ہو جاتی تو اہل محفل میں از خود رخصت طلبی کا داعیہ پیدا ہو جاتا۔ یہ روحانی تصرف تھا جو طبیعتوں میں انقطاع کی سی کیفیت اٹھ آتی۔ ورنہ جس کشش اور جذب کے ساتھ ملاقات کا آغاز ہوتا اگر اس کی موجودگی رہنے دی جاتی تو جدائی کا تصور ختم ہو جاتا تھا۔ اس کا مشاہدہ اکثر حجاج کرام نے کیا ہوگا کہ حج کے بعد طبیعت یک لخت اکھڑ سی جاتی ہے، گھر کی یاد میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور مقامات مقدسہ کے ساتھ پہلی سی کشش کا فقدان نظر آتا ہے۔

عورتوں کے آنے پر طبیعت میں انقلاب آ جاتا، جس طرح گہرے پانی میں گر کر آدمی سانس کی تنگی محسوس کرتا ہے۔ جب خدام کسی خاتون کے وہاں حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے تو بالکل یہی کیفیت دیکھنے میں آتی رہی۔ ان کی موجودگی سے پہلے حضرت پورا جسم ڈھانپ دیتے۔ پاؤں تک کپڑا ڈال لیتے اور بہت جلد ان سے فراغت کا اہتمام فرماتے۔ بعد میں فرماتے: یہ لوگ زور آور ہیں اپنی ضد پر قائم رہتے ہیں الاّ چند خواتین جن کے باپ دادا حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے ساتھ نسبت رکھتے تو ان کا پورا پورا لحاظ پیش نظر رہتا۔

اہل علم حضرات کے ساتھ خصوصی توجہ فرماتے۔ خصوصاً طالب علم تو جاذب نظر شخصیت بن جاتا۔ الفت بھرے انداز سے اس کے اسباق کا تذکرہ فرماتے، ساتھ ہی

Marfat.com

اس کی ضروریات پر بھی نظر ہوتی۔ اکثر محافل میں جب طبیعت اہل علم کی طرف مائل ہو جاتی تو باقی اہل محفل کا خیال کم ہو جاتا۔ خصوصاً جب طبیعت میں حضور کی کیفیت آ جاتی تو سبحان اللہ:

چناں ساقی بمی افیون درافگند

حریفاں رانہ سرماند و نہ دستار

ترجمہ: ساقی نے شراب میں افیون ڈال دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بادہ نوش لوگوں کو ہوش نہیں آ رہا۔

معانی کا سیلاب اُمڈ آتا۔ قرآن وحدیث کے شواہد جلوہ گر ہو جاتے اور بقدر ظرف ہر شخص سیراب ہوتا چلا جاتا۔ بعض ایسے بھی معانی سنے جاتے جن کے اسرار اب تک غیر مفہوم چلے آ رہے ہیں۔ اب تک اس لاعلمی میں کمی نہیں ہوئی۔ ایسی کیفیت کا تذکرہ اس طرح فرماتے: کہ بعض دفعہ رات کو یاد آتا ہے کہ فلاں صاحب آئے تھے اور بیٹھ کر چلے گئے، ان پر پرسش احول نہ ہو سکی۔ اس خیال پر دلی کوفت محسوس ہوتی رہی۔

حج بیت اللہ جو کہ اپریل ۱۹۶۷ء میں کیا، اس سے قبل گھر کے تمام اخراجات کی خود نگرانی فرماتے۔ روزمرہ کا خرچ باقاعدہ درج کیا جاتا۔ گھر کی جملہ ضروریات حضرتؒ نے خود سنبھال رکھی تھیں۔ تمام مہمانوں کے خورد و نوش کا پورا پورا خیال ہوتا۔ خدام کو ان کے بستر لگانے کا حکم دیا جاتا۔ نوازشات کے ضمن میں یاد آیا کہ متوازن سا موسم تھا۔ رات کو قدرے سردی پڑتی تھی۔ تو چوہدری سائیں میاں خان کو فرمایا کہ اس کے (راقم) نیچے گدا بھی ڈال دینا یہ کمزور جسم کا آدمی ہے۔

رَعَی اللّٰہُ اَیَّامًا مَضَتْ فِیْ رَبُوْعِھِم
فَمَا کَانَ اَصْفَاھَا و اعلیٰ و أطْیَبَا

ترجمہ: اللہ تعالےٰ ان دنوں کو محفوظ رکھے جوان کی منزل میں بسر کیے گئے وہ دن کس قدر صاف، شیریں اور پاکیزہ تھے۔

گھر میں اکثر غریب خاندان کی بچیاں صفائی دھلائی کا کام کرتیں۔ چند سال کے بعد جب وہ جوان ہوتیں تو ان کی شادی بھی اپنی سرپرستی میں سرانجام دیتے۔ انھیں والدین کے گھر بھیج دیا جاتا اور ان کی صوابدید پر جب رشتے قائم ہو جاتے تو حضرت سامان زیور اور نقدی کی صورت میں ان کی اعانت فرماتے۔

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ کی حکمت سے جو آج لاکھوں کی دولت میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کی بچیاں حضرت کی مالی اعانت سے بیاہی گئی تھیں۔ ڈیرہ پر اکثر اہل صفا کا ہجوم رہا جو سال میں مختلف علاقوں سے آکر چند دنوں کے لئے حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوتے۔ ان کا وظیفہ دن بھر کام کاج تھا۔ چارہ کاٹنا، ایندھن تیار کرنا، صفائی وغیرہ مگر عشاء کے بعد انھوں نے حضرت کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا ہوتا۔ وہ محفل بھی اپنی رنگینیوں کے اعتبار سے منفرد محفل ہوتی۔ پرسش احوال کے بعد کام کاج کی تفصیل سماعت فرماتے۔ پھر آئندہ کا لائحہ عمل زیر غور آتا اور پھر بے تکلف محفل کا آغاز ہوتا۔ اس میں تعمیر و تلقین کا حسین امتزاج تھا۔ لطائف و ملائح کا بھرپور مظاہرہ جس میں حضرت بھی برابر کے شریک ہوتے۔ سبحان اللہ کلام کس قدر لطیف اور پر معنی سنا جاتا جن کا تذکرہ مجالس کے عنوان میں داخل کیا گیا ہے۔ اس

Marfat.com

بے تکلف محفل میں ایسا محسوس ہوتا گویا ایک شہباز لامکان اپنی بلند پروازی کے بعد خاکی جانوروں کی محفل میں جلوہ افروز ہے اور ان کے ساتھ بلا بُعد و اجنبیت مشغول و مصروف ہو رہا ہے۔ بقول حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی:۔

وَكُلُّ مَنْ يَحْتَاجُ اِلٰى صِحَّةِ الْجَلْوَةِ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ خَلْوَةٍ صَحِيَّةٍ بِالْحَقِّ حَتّٰى تَكُوْنَ جَلْوَةٌ فِيْ حِمَايَةِ خَلْوَتِهٖ •

(ص ۵۴۲ عوارف)

ترجمہ: ہر شخص جو صحت جلوت (محفل میں قلبی طور پر بارونق رہنا) کا ضرورت مند ہے، اسے اللہ تعالےٰ کے ساتھ خلوت صحیحہ ضرور حاصل ہونی چاہیے، تاکہ یہ محفل دور تنہائی کے ان لمحات کی حفاظت میں بسر ہو۔

اس شخص کی جلوت میں اس کی خلوت مع اللہ کا رنگ دکھائی دے گا۔ اس لئے خلوت مع اللہ ابتدائی اور بنیادی مقام ہے۔ اہل خدا کے دروازوں پر اکثر مصیبت زدہ افراد کا اجتماع ہوتا ہے۔ بعض احباب اپنی تکالیف سنانے کے بعد دُعا گوئی کی التجا کرتے تو حضرت فوراً اہل مجلس کو شریکِ دُعا فرماتے اور انتہائی توجہ سے دُعا فرماتے۔ ابتدا میں درود شریف پڑھتے۔ قصیدہ بردہ شریف کا مشہور شعر کئی دفعہ سنا گیا۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرجىٰ شفاعته

لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

آخر میں یہ پڑھتے ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین.

بعض احباب تعویذ کا مطالبہ کرتے۔ نظر جب تک تھی تو اللہ تعالیٰ کا نام سینکڑوں کی تعداد میں لکھ دیتے اور دنوں کی تعداد کے مطابق عنایت فرماتے۔ ساتھ ہی تاکید فرماتے: کسی قابل حکیم یا ڈاکٹر سے علاج بھی کروانا۔ اسباب کی اہمیت کے ساتھ ساتھ مسبب الاسباب کا تصور بھی پیش نظر رکھا جاتا۔

حضرت یوسفؑ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق آپ نے تعبیر بیان کرنے سے پہلے خدائے واحد وقدوس کی معرفت کا درس دیا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ • مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ، اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ، اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّاۤ اِيَّاهُ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ •

(سورۃ یوسف: ۴۰)

ترجمہ: اے میرے قید کے ساتھیو! کیا علیحدہ علیحدہ بہت سے خدا بہتر ہیں یا ایک جو غالب و قاہر ہے، صرف نام ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو جو تم نے رکھ لئے یا تمہارے آباؤ اجداد نے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی ارشاد نہیں۔ اس کا تو حکم ہے کہ اسی کی عبادت کرنا ہے۔ یہی پختہ دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔

تعویذ سپرد کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کی حاکمیت کا درس دیتے۔ مصائب کی حکمت ذہن نشین کی جاتی۔ ساتھ ہی، نفع ونقصان کا حقیقی مالک مولائے کل

Marfat.com

ہے، کی دل نشیں صدا سنائی جاتی۔

مختلف مکاتب کے علماء بھی حاضر ہوتے اور ان کا پورا پورا احترام کیا جاتا۔

گجرات کے مشہور اہل حدیث حافظ عالم عنایت اللہ وزیر آبادی کتب سیرت کے حوالہ جات کی تلاش کے لئے حاضر ہوتے اور اپنی نادر تصانیف پیش کرتے۔ علمی انداز میں بھی گفتگو ہوتی۔ آپ کا مکتبہ جو ہزارہا عربی۔ فارسی اور اردو کتب پر مشتمل ہے، اہل علم کے لئے وقف تھا۔ بعض احباب نے نادر کتب کی واپسی کا احساس نہ کیا تب بھی آپ کی فیاضی میں کمی نہ آئی۔

۱۰۔ روحانی فیض

یہ ایک نادر و نایاب معاملہ ہے۔ ہر دور میں شر کا پلہ بھاری رہا مگر موجودہ دور سب ادوار سے سبقت لے گیا۔ ہر شخص جس شعبہ زندگی میں چل رہا ہے، تاجر بن چکا ہے۔ دنیاوی حرص نے ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ شاہ و گدا، عالم و صوفی، پیرو جوان سب پکڑے ہوئے ہیں۔ فرمان ابدی و ازلی کے مطابق:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ٭ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ o (سورۃ الجاثیہ: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ: پھر تم نے اس شخص کے حال پر کبھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو

Marfat.com

اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ: زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔ درحقیقت اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں یہ محض گمان کی بنا پر باتیں کرتے ہیں۔

باوجود وفور علم کے جہالت زوروں پر ہے۔ قلبی و روحانی طاقتوں کے باوجود ضلالت بڑھ رہی ہے۔ جس کا سبب راسخ دنیاوی زندگی کی کشش ہے۔ اس نے ہر صلاحیت کو مسل دیا ہے۔

خشک مغز و خشک تارو خشک پوست
از کُجا می آید زیں آواز دوست

ترجمہ: ان کا دماغ اور جسمانی رگ و پے خشک ہو چکے ہیں۔ ان سے کسی مخلص دوست کی آواز کیسے سنی جاسکتی ہے۔

اس ماحول میں کسی مصلح کا کام کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اس امر کا تذکرہ بدیں الفاظ فرمایا کرتے: کائنات میں مادیت کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور اصل انسان، جو یہاں غریب الدیار ہے، اس کا یہاں سانس لینا مشکل ہو چکا ہے۔ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اکثر ان میں مادی حوائج لے کر آتے۔ آپ باکمال شفقت ان کی بات سنتے اور اس کے مداوا کے لئے بارگاہ ایزدی میں انہی

Marfat.com

کے روبرو دعا فرماتے۔ پھر بعض احباب تعویزات کا مطالبہ کرتے۔ جو انھیں فوراً مہیا کر دیے جاتے۔ میرا خیال ہے کسی آدمی کو وعدۂ فردا پر نہیں رکھا گیا۔ ایسے میں اکثر ناواقف لوگ کچھ خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کرتے تو حضرت بڑے تحمل اور شفقت سے انھیں ایسا کرنے سے باز رکھتے۔ پھر ساتھ یہ بھی کوئی شرط نہ ہوتی کہ کہیں اور کسی کارِ خیر میں خرچ کر دو بلکہ باز رکھنے پر اکتفا فرماتے اور مزید کوئی ذمہ داری نہ سونپی جاتی۔ جو لوگ صفائے قلب و نظر کے طالب تھے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک بھی بڑا کریمانہ تھا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ انداز بھی نرالا تھا۔

پہلے تو آپ کسی کو مرید نہ فرماتے۔ کئی واقعات ایسے گزرے جن میں اصرار کا جواب اپنی ناقابلیت سے دیا جاتا، پھر بھی اصرار جاری رہتا، تو فرماتے اچھا آیا جایا کرو۔ یہ دونوں جواب عظیم افادیت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ میں اس قابل نہیں ہوں اصل میں آپ طالب کی حوصلہ شکنی نہ کرنا چاہتے تھے۔ پھر پردہ پوشی اور غض بصر عن المعائب آپ کی طبیعت کا راسخ وطیرہ تھا۔ مناسب اور برجستہ جواب تو ہونا تھا۔ تم اس میدان کے قابل نہیں۔ مگر فرمایا یہ جاتا: میں تیری تربیت کے قابل نہیں۔ اس جوب کے بعد اگر اصرار بڑھ جاتا تو دوسرا فرمان ہوتا اچھا کبھی کبھی آیا کرو۔ یہ ایسا فرمان ہے جس میں تربیت کا راز ہے سب سے زیادہ طالب کے لئے مفید اور مصلح پیر کامل کی محفل کا حضور ہے، اس حضور میں مرشد کامل کے قلبی اثرات جب طالب صادق کے دل پر پڑتے ہیں تو پردہ ہائے تاریکی چھٹتے چلے جاتے ہیں۔ اس کیفیتِ فیض رسانی کا حضرت مولانا روم نے ایک جگہ بدیں ارشادات تذکرہ فرمایا ہے۔

Marfat.com

معجزات و کراماتے خفی
می زند بر دل زپیران صفی
کاندروں شاں صد قیامت نقد است
کمترینش آنکه شد هم سایه مست
پس جلیس اللّٰه گفت آں نیک بخت
کو به پهلوئے سعیدے برد رخت

ترجمہ: معجزے اور پوشیدہ کرامتیں پاکیزہ لوگوں سے دلوں پر پڑتی ہیں۔ ان پاکیزہ لوگوں کے دلوں میں کئی قسم کی رونقیں ہیں۔ کم از کم جن سے ان کا ہم نشین بے خود ہو جاتا ہے ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کا ہم نشین ہے جس نے کسی نیکوکار کے قریب اپنا سامان رکھ دیا۔

یہ صفائے باطن کا نسخہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تا قیامت جاری وساری ہے اور کاملین جادہ طریقت، ناقص لوگوں کی تربیت صرف اور صرف اسی نمونہ پر کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْاُمِّیّنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ
آیَاتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الحِکْمَةَ وَ اِنْ
کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِیْنٍ • (سورة جمعه: ۲)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے ان پڑھ لوگوں میں، ان میں سے رسول روانہ کیا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتے ہیں انھیں پاکیزہ کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اگر چہ وہ اس سے پہلے واضح گمراہی میں تھے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۰

(سورۃ توبہ)

ترجمہ: آپ ﷺ ان لوگوں کے مال سے خیرات کی رقم لے لیجیے انھیں پاک اور صاف ستھرا کر دیجیے۔ پھر ان پر توجہ فرمایے بے شک آپ کی توجہ میں ان کا سکون ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چند مادی وسائل اپنے قبضے میں لے کر راہ حق پر بکھیر دیجیے۔ تصفیہ و تزکیہ کا عمل مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ ان پر خصوصی توجہ فرمایئے۔ بے شک آپ ﷺ کے اس عمل سے وہ پرسکون ہو جائیں گے اور اللہ تعالے ہر آہٹ کو سننے والا اور ہر اندیشے کو جاننے والا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام امت سے افضلیت صرف اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نفوس قدسیہ سید المرسلین ﷺ کے بشری حضور میں بیٹھ کر آپ کے قلبی اثرات کے پرتو کو وصول کر چکے تھے۔ جب کہ یہ شرف تا قیامت کسی اور کو میسر نہیں اس لئے کوئی شخص صحابہ کرام کے پایہ کا نہیں ہو سکتا۔

کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ میں کون افضل ہے۔ امام حسن بصریؒ کا قول ہے: امیر معاویہؓ نے ایک نظر جو چہرہ سید المرسلین ﷺ پر ڈالی تھی سو عمر بن عبد العزیزؒ اس پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔

و بالجملہ مدار افادہ و استفادہ ایں طریقہ بر

Marfat.com

صحبت است بگفتن و نوشتن کفایت نمی شود حضرت بهاؤ الدین نقشبند فرموده اند قدس سره که طریقۂ ما صحبت است و اصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علیه و علیہم الصلوات و التسلیمات از اولیاء امت افضل اند که هیچ ولی بمرتبه صحابی نرسد اگرچه اویس قرنی باشد (مکتوب نمبر ۲۹ دفتر سوم)

ترجمہ: حتمی بات یہ ہے کہ فائدہ دینا یا لینا، دونوں میں ہم نشینی بنیادی شرط ہے۔ زبان وقلم یہاں کافی نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا فرمان ہے کہ ہمارا طریقہ ہم نشینی اور محفل کی بنیاد پر قائم ہے۔ صحابہ کرام اسی بنیاد پر جو انھیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاصل تھی، امت مسلمہ کے تمام اولیاء اللہ سے افضل ہیں۔ ان کے مقام پر کوئی ولی نہیں ہے اگر چہ وہ اویس قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی مشہور کتاب عوارف المعارف میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

حکی ان علی بن بندار الصوفی ورد علی ابی عبد اللہ بن خفیف زائرا فتماشیا فقال له ابو عبد اللہ تقدم فقال بایّ عذر • فقال بانک لقیت الجنید و مالقیته •

ترجمہ: علی بن بندار، صوفی ابوعبداللہ بن خفیف کی ملاقات کو گئے۔ جب دونوں چلنے لگے تو حضرت عبداللہ نے حضرت علی بن بندار کو پہلے چلنے کا اشارہ دیا۔ انھوں نے کہا یہ کیوں؟ ابوعبداللہ کہنے لگے حضرت! آپ حضرت جنیدؒ کی ملاقات سے مشرف ہو چکے ہیں اور میں ان کی زیارت نہیں کر سکا۔

یہ ظاہر دنیا کی ملاقات کا شرف ہے جو دوسروں سے بالاتر کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے اس طرز تربیت میں کھوٹے لوگ کٹ جاتے ہیں اور ان کی ناقص اور خودغرضانہ تربیت بے آب وگیاہ جنگل میں سفر کی طرف ضَلُّوْ فَأَضَلُّوا تباہ کن انجام پیش کرتی ہے۔ أعاذَنَا اللهُ مِنْ هٰذا:

ای بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نشاید داد دست

ترجمہ: بہت سے ایسے شیطان ہیں جن کا چہرہ
انسانوں کی طرح ہے لہذا ہر ہاتھ میں اپنا
ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

ایسے طالب صادق کو، جو مرشد کامل کی محفل میں پہنچ چکا ہے اور آغاز سفر میں چند ابتدائی امور کا اسے مطالعہ حاصل ہے، حضرت عارف صادق مولانا روم مخاطب کر کے ارشاد کرتے ہیں:

ہیچ نہ کشد مار را جز ظل پیر
دامن آں مارکش را سخت گیر

چوں بگیری سخت آں توفیق او ست
در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست
ما رمیت اذ رمیت راست داں
ہر چہ دارد جاں بود از جان جاں
ومبدم آ ں دم از و امیدوار
دست گیرندہ وی است و بردبار
نیست غم گردیر بے او ماندہء
دیر گیرد سخت گیرد خواندہء
دیر گیرد سخت گیرد رحمتش
یکدمت غائب ندارد حضرتش
گر تو خواہی شرح ایں وصل وولا
از سر اندیشہ می خواں و الضحیٰ

ترجمہ: مرشد کامل کے سوا نفس کا سانپ کوئی نہیں مارتا۔تم اس کا دامن مضبوط ہاتھوں سے تھام لو۔سخت پکڑنا بھی توفیق الٰہی سے ہوتا ہے اور جو قوت نظر آتی ہے وہ ان کا جذب ہے۔فرمان الٰہی مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ پڑھیے۔جو چیز روح میں موجود ہے۔وہ ہاتھ پکڑنے والا متحمل مزاج ہے۔ہر لمحہ اس کے امیدوار بن جاؤ۔اگر تم کچھ دیر سے آئے ہو تو یہ غم کا مقام نہیں ہے۔دیر سے آنے والے کو مضبوط گرفت سے پکڑا جاتا ہے۔اللہ کی رحمت اگر دیر کردے تو بندے کو بڑی مضبوطی سے پکڑتی ہے اور کسی لمحہ بھی

آدمی کو نہیں چھوڑتی۔ اگر تم وصال و ملاقات کی وضاحت مزید چاہتے ہو تو سورۃ والضحی کی بغور تلاوت کرو۔

سیرت ابن ہشام میں ثمامہ ابن اثال حنفی کے قید ہونے اور اسلام لانے کا واقعہ درج ہے۔ لکھتے ہیں:

حضرت ثمامہ بن اثال قید کر کے لائے گئے۔ حضور ﷺ نے دعوت اسلام دی مگر انھوں نے مارے جانے یا خون بہا قبول کر کے رہائی پانے، دونوں صورتوں کو یکساں طور پر پیش کر دیا۔ (مار ڈالنا یا خون بہا قبول کرنا دونوں پر لبیک کہا) دو دونوں کے بعد بلا کسی شرط عائد کئے حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا أطلِقُوا ثُمامه، ثمامہ کو آزاد کر دو۔

اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ثمامہ میں انقلاب آچکا تھا اور آپ قَدْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ اس میں کسی وعظ و کلام کا ذکر نہیں کسی درس و تدریس کا تذکرہ نہیں۔ البتہ نگاہ رحمۃ للعالمین کا اٹھنا ضرور پایا جاتا ہے۔ وہ اٹھی اور ثمامہ کو حضرت ثمامہؓ بنا گئی۔ ''سیرت ابنِ ہشام جلد ۴؛ صفحہ ۲۱۰''

آنکہ یابد بوئے رحمٰن از یمن
بوئے باطل را نمی یابد زمن
ہم بیابد لیک پوشاند زما
بوئے نیک و بد برآید برسما

ترجمہ: جو مبارک ذات رحمان کی خوشبو یمن سے محسوس کر لیتی ہے میرے اندر کی گندگی کیا انھیں محسوس نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے ضرور مگر پردہ داری کر جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور آسمان تک پھیلنے والی بو سے چشم پوشی فرما لیتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب قدس سرہ میں یہی چیز دیکھی۔ کوئی قدغن نہیں کوئی غیر ضروری وظائف نہیں جن کا شمار ہزاروں کی تعداد میں ہوتا ہو۔ جب لوگ محفل میں بیٹھے ہیں تو ایک گونہ لذت میں سرشار ہو رہے ہیں۔ جس کا بظاہر کوئی سراغ نہیں ملتا۔

معجزاتے و کراماتے خفی
می زند بردل ز پیران صفی
کاندروں شاں صد قیامت نقد است
کم ترینش آنکہ شد ہم سایہ مست
پس جلیس اللہ گشت آں نیک بخت
کہ بہ پہلوئے سعیدے بردرخت

ترجمہ: پیران صفی دلوں پر معجزات و کرامات کا ورود کرتے ہیں۔ ان کے دل میں نوازشات کا سمندر ہے۔ کم از کم جس کا اثر بے خودی کا ورود ہے۔ جو خوش نصیب ان کے ہم نشین ہیں گویا وہ ہم نشین خداوند قدوس ہیں۔

گفتگو جب ہوتی ہے تو پھر الحکمة اذا خرجت من القلب دخلت فی القلب کا منظر آتا ہے۔ دلوں کو تاثر محسوس ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اس کا اثر خاصی دیر تک رہتا اور بعض اوقات محفل سے اٹھنے کے کچھ وقت بعد زائل ہو جاتا۔

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ • (سورۃ بقرہ)

Marfat.com

ترجمہ: نسخ آیات ہو یا نسیانِ آیات ہم ان کی جگہ پر اس سے بہتر یا ان جیسی آیات لے آتے ہیں۔ آپ کو یاد ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ دوسری نشست میں قدرے اضافہ محسوس ہوتا۔ کلام کا تنوع طبیعت میں مختلف کیفیات کو جنم دیتا۔ جہاں صحو دسکر کے مخلوط ذخائر دکھائی دیتے۔ ادھر مبتدی کا یہ حال ہے کہ کچھ دیر ہو جانے پر روح بے قرار ہو رہی ہے۔ ادھر حضرت کا یہ حال کہ وہ شہر میں ہے تو آدمی بھیجے جا رہے ہیں۔ دیکھو انھوں نے آنا تھا، کیوں نہیں آئے؟ بیمار، مسافر اور مشغول ہیں، کیا کر رہے ہیں؟

اکثر احباب کو یہ احساس ابتدأ نہ تھا کہ حضرت ہماری یاد میں اس قدر بے قرار ہو رہے ہیں۔ لیکن جب واقفیت ہو گئی تو سب لوگ محتاط ہو گئے اور اپنی مصروفیت سے بروقت آگاہ کر دیتے۔ اگر دور دراز مقامات پر ہیں تو اہل محفل سے ان کے تذکرے ہو رہے ہیں۔ بالآخر وہ ہم نشیں پورے طور پر آپ کی محفل کا ہی ہو جاتا۔ اگر وقت مقررہ سے زائد وقت گزر جاتا تو طبیعت بے قرار ہو جاتی جس کا حقیقی سبب روح کی بیداری تھا۔ جسے آپ کے دامن شفقت میں سکون مل چکا تھا اور اب اسی کی تلاش میں سرگرداں تھا۔

گونہ گونہ کوزہ و شربت یکے
تا نہ باشد در مئے غیبت شکے
بادہ از غیب است کوزہ زین جہاں
کوزہ پیدا بادہ ازوے بس نہاں

Marfat.com

بس نہاں از دیدہء نا محرماں

لیک بر محرم ہویدا و عیاں

ترجمہ: کوزے مختلف ہیں مگر مشروب ایک ہے۔ بے شک یہ غیب کی شراب ہے۔ شراب کا نزول غیب سے ہے۔ مگر پیالہ اس دنیا کا۔ پیالہ نظر میں آتا ہے اگر چہ شراب نظر سے غائب ہے۔ مگر یہ غائب نامحرم نظر سے ہے۔ جو محرم ہیں وہ اسے بے حجاب دیکھتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا مشہور وظیفہ جو سنگیوں کو ارشاد کیا جاتا، وہ جسمانی مشقت تھی۔ بڑے بڑے صاحب مال و جاہ اسی وظیفہ پر کاربند کئے جاتے۔ جیسا کہ آپ کے حالات میں واقعات کا تذکرہ موجود ہے، حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بھی بے کار نشینی کو پسند نہ فرماتے تھے اور جو لوگ مصروف کار ہوتے ان کا پورا پورا خیال ہوتا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض احباب کی دلی کیفیات جو اس نہج پر پہنچ جاتیں کہ بیکار بیٹھنا ان کیلئے مشکل ہو جاتا چنانچہ اپنی دلی کیفیت کو دور کرنے کے لئے کام کاج میں مصروف ہو جاتے۔ یہی حال اوراد و وظائف کا تھا۔ بظاہر بہت کم لوگوں کو وظائف کا درس دیا۔ خصوصاً ایسے وظائف جن میں بدنی مشقت کو بھی دخل ہوتا۔ البتہ آہستہ آہستہ جب جادۂ منزل واضح ہونے لگا تو بلا ارادہ طبیعت کا میلان چند مبارک کلمات کی طرف مڑ گیا اور ان کے اثرات بھی مرتب ہونے شروع ہو گئے۔ جب کبھی کسی کو کچھ پڑھنے کا فرمایا، خصوصاً مصیبت زدہ لوگوں نے جب سوال پیش کیا تو سائل کے مسئلہ کی مناسبت سے قرآن کریم میں سے انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں میں سے کوئی

Marfat.com

ایک دعا تجویز فرماتے۔ مگر ساتھ ہی توجہ اور یکسوئی کا ضرور تذکرہ فرماتے۔ تعداد کا نہیں سنا جا سکا البتہ جب تک طبیعت لذت محسوس کرے پڑھتے رہنے کا فرمان ہوتا۔ حضرت قاضی سلطان محمود قدس سرہ کی ذات میں مولائے کریم نے سخت گیری کا عنصر شامل کر دیا تھا۔ فرمایا، جس طرح کسی نے سبق پڑھا ہو، اس طرح وہ دوسروں کو پڑھائے گا۔ جو لوگ آپ کے دامن شفقت سے منسلک ہوئے ان کی اصلاح وتہذیب بلکہ ان کی روحانی ارتقاء وارتقاع کے لئے وہ سخت گیری سے گریز نہ کرتے۔ یہ درست ہے کہ حضرت قدس سرہ کی طبیعت پر عجز وانکسار کو اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا ہر لمحہ غلبہ رہا اور یہی غلبہ آپ کے ہر لمحہ ارتقاء کا شاہد ہے۔

سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ
سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
گرچہ زاہد را بود روزے شگرف
کے بود یک روزہ خمسین الف

ترجمہ: عارف ہر سانس پر قربِ الٰہی کی طرف جاتا ہے۔ جبکہ زاہد مہینہ بھر میں ایک دن کا سفر طے کرتا ہے۔ زاہد بھی انوکھی کیفیت کا حامل ہوتا ہے۔ مگر پچاس ہزار سال کا دن اسے نصیب نہیں۔

جادۂ شوق کے سالکین کی تعلیم وتربیت کے لئے ان کے پاس کوئی رعایت نہ تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ اکثر یہ فرمایا کرتے: جب سنگیوں میں سے کوئی دلی پریشانی اور بے آبادی، جسمانی تکلیفوں اور ناکامیوں کا تذکرہ حضرت قاضی

Marfat.com

صاحب کے سامنے پیش کرتا تو ان کی ڈھارس کے لئے اپنی ذات کا معاملہ ان کے روبرو پیش کردیتے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ سائیں چپ اکثر دور کھڑے کھڑے ہاتھ باندھے عرض کرتے: حضرت مجھ پر رحم فرمائیے، میں بہت تنگ ہوں۔ بقول حضرت صاحبزادہ صاحب ''سخت اوکھا'' ہوں۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ فرماتے: لوگ ایک روغنی گھڑا دیکھ کر صاف ستھرا نیا خوبصورت سمجھ کر للچا جاتے ہیں۔ اس میں لسی لذت دار ہے۔ کوئی کہتا کہ اس میں حیات بخش شربت ہے جس کے ایک گھونٹ ہی سے دل باغ باغ ہو جائے گا۔ پھر پیہم اصرار کرتے ہیں۔ جب ڈھکنا اٹھایا جاتا ہے تو اس میں بچھو اور خونخوار بھڑیں نکل آتی ہیں۔ ان کے ڈسنے سے چیختا چلاتا ہے مگر وہ اسے تاحیات چھوڑنے والی نہیں ہوتیں۔ اب سوائے سکون کے اور صبر کے ان کا کوئی علاج نہیں۔ ڈھکنا اٹھانے سے پہلے غور کرلینا چاہیے تھا۔ مگر کوئی نہیں کرتا اور اب رورو کر اپنا حال سناتے ہیں۔

یہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی تعلیم وتربیت کا رازدارانہ معاملہ ہے جو آپ کا متوسلین کے ساتھ ہمیشہ رہا۔ قرآن کریم اپنے معجزانہ انداز میں ہر طالب اصلاح وفلاح کو مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاسَاءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ •

ترجمہ تمہارا خیال ہے جنت مل جائے گی مگر پہلے لوگوں کی سی آزمائش کے

Marfat.com

بغیر۔انھیں تکالیف ومصائب نے خوب گھیرا اور ہلا کر رکھ دیا۔رسول اور ایمان والے بھی پکار اٹھے ''المدد المدد'' یاد رکھیے نصرتِ الٰہی آپ کے بالکل قریب ہے۔(البقرۃ)

تمام انبیا اور صلحاء کرام اسی طور پر تربیت فرماتے رہے اور یہی انداز تہذیب نفس کے لئے مجرب ومفید رہا۔اس کے بغیر کوئی شخص اصلاح کی خواہش کرے تو وہ کاذب وغدار ہے۔اپنی نیت میں صادق وصالح نہیں۔حضرت مولانا رومؒ کا فرمان ہے۔

من عجب دارم زجویائے صفا
کور مد در وقت صیقل از جفا
گربہ ہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

ترجمہ: صفا کے طالب سے تعجب ہوتا ہے۔جو صفائی کے عمل سے بھاگتا ہے۔اگر ایسا ہوا تو شیشہ کی طرح شفاف کیسے بن سکے گا۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے مزاج میں تکمیل انسانیت کا فریضہ ہمیشہ پیش نظر رہا۔خواہ اس راہ میں سالک کو کس قدر مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔بڑے بڑے صاحب عزیمت ساتھی بھی گھبرا کر فریاد کناں ہو جاتے تو حضرت قاضی قدس سرہ کے پیش نظر مقصد حقیقی ہوتا کہ محسن جراح کسی ناسور کو کاٹتے ہوئے بظاہر بے رحم نظر آتا ہے مگر اس کی نیت میں ہمیشہ مریض کی صحت مندی ہوتی ہے،اس لئے اپنی سخت گیری سے باز نہیں رہتا۔ذرا وسعت نظر سے دیکھا جائے تو ہمارے رب کریم کی بھی یہی سنت ہے۔اس کو جب ہماری اصلاح مقصود ہوتی ہی تو ہر آزمائش کو مناسب مقام پر لا

Marfat.com

کھڑا کرتا ہے۔ تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو رجوع الی اللہ کا درس ملتا رہے۔ قرآن کریم کے مطالعے میں جا بجا مصائب و آلام کا تذکرہ پائیں گے اور ساتھ ہی اس کی افادیت اور حکمت بالغہ کا بیان بھی ہو رہا ہوگا۔

اَوَلا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ • (سورۃ توبہ)

ترجمہ: کیا انھیں یاد نہیں ہے کہ وہ سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں مگر پھر بھی توبہ یا اخذِ نصیحت نہیں کرتے۔

یہ سنت الہیہ ہے کہ ہر شخص کو سال بھر میں ایک یا دو دفعہ رجوع الی اللہ اور اخذ نصیحت کے لئے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر یہ مذکورہ فوائد حاصل ہوں تب بھی ارتقائے درجات کی خاطر آزمائش سے دوچار کیا جاتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سورۃ الجمعۃ)

وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ • اُوْلٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ وَ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَo (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: یقیناً ہم تمہیں ڈر، بھوک، مال، جان اور پھلوں کی کسی قدر کمی سے

Marfat.com

آزمائیں گے۔ صابر لوگ بشارت وصول کریں جو مصیبت کے وقت انا للہ کہتے ہیں وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے قول پر بشارت کا تذکرہ فرمایا۔ یہ حکمت کاملہ کی طرف اشارہ ہے جو مصیبت نازل کرنے کی غرض و غایت ہے۔ جب کسی میں رجوع الی اللہ کا عمل جاری ہوگیا تو وہ شخص کامیاب و کامران ہوا اور اسی کے لئے بشارت بھی متحقق ہوگئی اور راہ ہدایت پر ان کی استقامت بھی غیر متزلزل ہوگئی۔ اکابرین امت کامل آزمائش سے نوازے جاتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

ایلام را زیادہ از انعام تصور نمایند زیرا کہ در جمال و انعام مراد محبوب مشوب بہ مراد خود است و در جلال و ایلام خالص مرادِ محبوب است و خلاف مراد خود است۔ اینجا وقت و حال وراء وقت و حال سابق است شتّان ما بینہما۔ (مکتوب ششم و دفتر سوم)

ترجمہ: مصائب انعامات سے بھی زیادہ قیمتی ہیں کیونکہ انعامات میں خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ہماری رضا بھی شامل ہوتی ہے۔ مگر مصائب میں خدا کی رضا ہے ہماری پسند نہیں۔ اس لئے مصائب اور انعامات میں بڑا فرق ہے۔

Marfat.com

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی سیرت وتربیت میں مشقت کا کوئی عنصر نہ تھا، اگر تھا تو صرف اور صرف چند لمحات پر محیط تھا۔ فوراً بعد طبیعت کی لطافت اور شفقت طالب راہ حق کو گھیر لیتی اور معاملہ ناراضگی اور شدت کی فضا سے نکل کر انس ومودت کے پرسکون ماحول میں چلا جاتا۔ منڈی بہاؤ الدین کے ایک خوش پوش عمر رسیدہ شاہ صاحب اپنے جوں سال تعلیم یافتہ بچے کو لے کر حاضر ہوئے اور پیہم اصرار فرماتے رہے۔ کہ اسے مرید کر لیجیے۔ حضرت نے نفی پر پورا زور لگا دیا مگر وہ صاحب قائل نہ ہو سکے۔ بالاخر حضرت نے فرمایا: آپ بچے کو آنے دیں، پھر آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے گی۔ راقم موجود تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے: اس قدر خوش شکل نوجوان کو اس راہ پر لگاتے ہوئے رحم آتا ہے۔ اس کا حال کیا بنے گا۔ معمولات زندگی سے ہٹ کر یہ گزر اوقات کرے گا تو پھر کیا کچھ نہ کہا جائے گا۔ اس کیفیت کا تصور کر کے دکھ ہوتا ہے۔ پھر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا خوب صورت مٹکے والا فرمان سنایا جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ساری عمر اسی جذبہ شفقت نے آپ کو متاثر کیے رکھا اور بقول کلام ربانی:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ
جَادِلْهُمْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ...○

ترجمہ: راہِ خدا کی طرف دانائی اور نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور بڑے عمدہ انداز سے۔ ان کے ساتھ بحث سے پیش آؤ۔

پورا یقین ہے کہ حضرت رحمہ اللہ بالحکمۃ سے آگے سرِ موئے نہ بڑھے۔

چہ جائیکہ جادلھم تک نوبت جا پہنچتی ۔سردی کے موسم میں صبح صبح برہنہ تن تہہ بند پہنے، لمبے لمبے بال، ننگے پاؤں، ایک صاحب بمع اپنے ایک چاہنے والے باہر بیٹھے تھے۔ راقم حافظ آباد سے صبح سویرے ہی پہنچ گیا۔ حضرت وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ استفسار پر وہ صاحب کہنے لگے میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ یہ جسم اسم ذات سے خالی نہ ہو۔آپ نے فرمایا: مجھے یہ جسم اس قابل نظر نہیں آرہا۔وہ کہنے لگے: مجھے بھی پتہ ہے یہ جسم اس قابل نہیں مگر اسی لئے تو حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا: کسی کی جسمانی بناوٹ تبدیل نہیں کی جاسکتی۔ بالاخر وہ رخصت طلب کر کے چلے گئے۔میرے مشاہدہ میں صرف یہ ایک واقعہ ہے جس میں بات واضح فرمادی۔غالباً ان صاحبوں کا حال بلا حجاب تھا۔نہ قمیض، نہ جوتا،صرف ایک چادر پہنے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے اور وضع قطع درویشانہ تھی۔جس کے لئے صاف صاف بتادینا شاید ضروری سمجھا گیا۔

واللہ اعلم بِالصوابِ

جناب الحاج رانا طفیل محمود صاحبؒ آف رحیم یار خاں راوی ہیں کہ رحیم یار خاں سے ایک اسٹنٹ کمشنر صاحب ہمارے ساتھ بیعت کے لئے تشریف لائے۔ تین چار دن کے قیام کے باوجود حضرت کا بیعت سے انکار جاری رہا۔ بالآخر انھوں نے اور چھٹی حاصل کی اور ہفتہ بھر اصرار کرتے رہے۔ بلکہ تمام اہل محفل نے بھی عرض کیا مگر آپ نے بیعت نہ کیا۔ایک دن عشاء کے بعد بے تکلف محفل میں حضرت کی طبیعت خوب بارونق تھی۔ اور مختلف لطائف سے طبیعت میں انبساط نمایاں نظر آرہا تھا۔ مسکراہٹ اور بذلہ سنجی کا عین شباب تھا کہ میں (رانا طفیل) نے اے سی صاحب کی

Marfat.com

بیعت کا تذکرہ کر دیا۔ ایسا کرنا تھا کہ حضرتؒ یک لخت خاموش ہو گئے اور طبیعت پر سنجیدگی کا عالم طاری ہو گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو گیا۔ بالآخر چند منٹ کی خاموشی کے بعد فرمایا: رانا صاحب اے سی صاحب کی روح میری روح کی ہم جنس نہیں ہے۔ میں انھیں اپنے ساتھ کیسے منسلک کر سکتا ہوں۔ اس جواب کا سننا تھا کہ ہر راز سے پردہ اٹھ گیا اور حقائق نظر آنے لگے۔

برزند برجان کامل معجزات
بر ضمیر جاں طالب چوں حیات
معجزه بحراست و ناقص مرغ خاک
مرغ خاکی رفت و دریم شد هلاک
مرغ آبی در وے ایمن از ہلاک
ماهیاں را مرگ بے دریا است خاک
عجز بخبش جان ہر نا محرمے
لیک قدرت بخش جان همدمے

ترجمہ: کامل لوگ دلوں پر معجزات کا ورود کرتے ہیں۔ ناقص لوگ خاکی جانور کی طرح پانی میں غرق ہو جاتے ہیں۔ البتہ آبی جانور خوش باش ہوں گے۔ ہر نا محرم وہاں عاجز و کوتاہ دست ہے۔ بخلاف ہمدم کے جو راز دار اور قریبی ہے۔

سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ ۝ (رواہ بخاری و مسلم)

Marfat.com

ترجمہ: روحیں اکٹھے لشکر کی طرح عالمِ بالا میں تھیں۔ جن کی باہمی پہچان ہوئی دنیا میں ان میں محبت آ گئی اور جو دور رہیں ان میں شناسائی نہ ہو سکی۔

اس کائنات میں آنے سے پہلے ارواح کا باہمی ربط و تعلق بن چکا ہے۔ جس کا اظہار اس کائنات میں آ کر محسوس ہوتا ہے۔ تو ارواح آپس میں محبت و ربط محسوس کرتی ہیں۔ اگر پہلے ربط و تعلق نہیں رہا۔ تو پھر کائنات ان کے ربط و تعلق کا سبب نہیں بن سکتی۔ حضرت داتا گنج بخشؒ ھرم بن حیانؒ کی حضرت اویس قرنیؓ سے ملاقات کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ تلاش بسیار کے بعد حضرت ھرمؒ نے انھیں دریائے فرات پر وضو کرتے دیکھ لیا۔ تو السلام علیکم کہا، آپ نے جواب میں فرمایا: وعلیک السلام یا ھرم بن حیانؒ۔ حضرت ھرم نے عرض کیا کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ میں ھرم ہوں۔ حضرت اویس قرنیؓ نے فرمایا: عَرَفَ رُوْحِیْ رُوْحَکَ ۔ میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا۔

۱۱۔ کرامات و خوارق

اولیائے اللہ کے وجودِ مسعود کے ساتھ کرامات و خوارق کا تصور اس قدر پختہ ہو چکا ہے کہ عامۃ الناس کے ہاں خوارق ہی دلیل ولایت ہیں۔ چونکہ اہل دنیا کے ہاں مقصد حیات حصول دنیا ہوتا ہے چنانچہ اس کے لئے جو ذریعہ انھیں میسر آئے، اسے استعمال میں لانے کی وہ پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن افراد سے صدور کرامات ہوا، وہ مرجع خاص و عام بن گئے اور جن کی زندگی ایسے مسائل میں الجھنے سے فارغ رہی، انھیں اس قدر شہرت نہ ملی۔

Marfat.com

میدان خوارق میں قدم رکھنے کو اہل عزیمت اولیائے کرام نے ناپسند کیا ہے۔ حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی کا مشہور فرمان

'اِنَّ اللّٰہَ لَایَطْلُبُ مِنکَ الْکَرَامَۃَ وَ لٰکِنَّہٗ یَطْلُبُ مِنکَ الْاِسْتِقَامَۃَ'' یعنی مخلوقِ خدا کرامت کی طالب ہے۔ مگر خداتعالےٰ کے ہاں استقامت مطلوب ہے۔ اور جو چیز مطلوب خدا عزوجل ہے، وہ افضل وکریم ہے اس چیز سے جو مطلوب اہل دنیا ہے۔ سید الاولین والآخرین سرور کائنات ﷺ کے ہاں معجزات کا صدور دلیل نبوت ہے۔ مگر ان کی حیثیت ہمیشہ ثانوی رہی۔ مزاج اقدس کا میلان خوارق کی طرف نہ تھا، اضطراری حالت میں صدور معجزات ہوا۔ مثلاً غزوہ تبوک میں البدایہ والنھایہ کے بیان کے مطابق اونٹنی قصوای گم ہو جاتی ہے۔ تلاش پر چند سپاہی بھیجے جاتے ہیں۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّٰی عَلیہِ وَسلَّم لِعَمَارَۃَ بن حَزمِ الانْصَارِی وَ کَانَ عِنْدَہٗ اَنَّ رَجُلًا یَقُوْلُ ھٰذَا مُحَمَّدٌ یُخْبِرُکُم اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَ یُخْبِرُکُمْ خَبْرَالسَّمَآءِ وَ ھُوَ لَایَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُہٗ فَقَالَ الْنَبِیُّ ﷺ وَ اِنِّی وَاللّٰہِ لَا اَعْلَمُ اِلَّامَا عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ قَدْ دَلَّنِیَ اللّٰہُ عَلَیْھَا وَ ھِیَ فِیْ الْوَادِیْ قَدْ حَبِسَتْھَا شَجَرَۃٌ مِنْ زَمَامِھَا (جلد ۵ البدایتہ)

ترجمہ: حضور اکرمؐ نے قریب موجود حضرت عمارہ بن حزمؓ سے فرمایا؛ کسی کا کہنا ہے کہ یہ محمدؐ جو کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتیں بتاتے ہیں انہیں تو اپنی

Marfat.com

اونٹنی کی خبر نہیں۔ آپؐ نے فرمایا؛ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم ہے اسی نے بتایا ہے کہ اونٹنی کی نکیل وادی میں فلاں درخت سے اٹک گئی ہے۔

کیفیت کا ایک اور واقعہ جو زیادہ واضح طور پر مزاج اقدس ﷺ کی ترجمانی کرتا ہے، اسی جلد پنجم میں صفحہ ۱۰ پر ثبت ہے۔

لَمَّا قَلَّ زَادُ الْعَسْكَرِ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُمْ اِضْطَرُّوْا اِلٰى طَلَبِ الطَّعَامِ۔ فَقَالَ عُمَرُؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَدْعُوْ اللّٰهَ اَنْ يُّبَارِكَ فِيْ اَزْوَادِهِمْ فَقَالَ عُمَرُؓ لِلْمُسْلِمِيْنَ ائتو بِكُلِّ مَا عِنْدَكُمْ مِنَ الطَّعَامِ وَ جَاؤُا بِقَلِيْلٍ مِنَ الذُّرَةِ وَ التَّمْرِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلَّمَ۔

ترجمہ: جب لشکر کے پاس کھانے کا سامان کم رہ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت میں برکت کے لئے التجا کی۔ آپ نے تمام مسلمانوں سے بقیہ کھانا لے آنے کے لئے کہا جو کچھ کھجوریں تھیں پیش کی گئیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے دعا فرمائی۔ تیس ہزار کے لشکر نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لئے اور باقی بچ گیا تو فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقٰى بِهَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبُ عَنِ الْجَنَّةِ۔ (جلد ۵ البداية)

ترجمہ: یہ میری گواہی ہے کہ خدا تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ جو شخص ان اعتقادات کے ساتھ دربارِ خداوندی میں پہنچا ناممکن ہے کہ اسے جنت الفردوس سے دوری رہے۔

اس مبارک واقعہ کی جزئیات پر غور کریں تو صاف نظر آتا ہے کہ اضطراری

کیفیت نے عمل پر آمادہ کر دیا، خود آپ ﷺ نے یہ ترکیب نہ سوجھائی۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر خاموشی اختیار فرمائی، کسی قسم کا تبصرہ نہ فرمایا۔ لوگوں کی پس ماندہ خوراک لانے کا خود حضرت عمرؓ نے اہتمام کیا۔ من وسلویٰ کی طرح غیب سے خوراک لانے کا بندوبست نہ کیا۔ دعا فرمائی مگر آواز بلند نہ ہوئی ورنہ وہ کلمات تاریخ محفوظ کر لیتی البتہ توحید خداوندی، رسالت نبوی اور احوال آخرت کی تبلیغ، جو فرائض نبوت ہیں کے لئے حسین موقع جان کر بہ آواز بلند دلنشین پیرایہ اختیار کر کے تلقین فرمائی۔

راقم نے تمام وقت دیکھا کہ حضرت صاحبزادہؒ کے مزاج میں انکسار و تواضع اور استغنا و اخفا تھا۔ اور انھیں عادات و خصائل کا اطلاق آپ کے ہر شعبہ زندگی پر حاوی رہا۔ چنانچہ ایک محفل میں فرمایا کہ: کشف کی تین اقسام ہیں۔ کشفِ صدور، کشفِ قبور اور کشفِ معانی و حقائق۔ پھر فرمایا: جو لوگ کسی ظاہر عیب کو چشم ظاہر سے دیکھنا پسند نہیں کرتے، وہ کشفِ صدور و قبور سے بھی چشم پوشی کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً چشم باطن دیکھ بھی لے تو استتار و اخفا سے اس کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ البتہ اہل عزیمت افراد کی منزل کشف حقائق ہے۔ جیسا کہ سید الاولین والآخرین ﷺ کا فرمان ہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ھِیَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں چیزیں اسی طرح دکھا جس طرح اصل میں وہ ہیں۔

ایک اور امتیاز جو اہل حق کو حاصل رہا ہے باوجود یہ کہ احوال خلق کا جاننا اور خوارق ان کے لئے غیر مرغوب امور رہے ہیں۔ تاہم اگر وہ بہ اضطرار کشف صدور پر توجہ دیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں مذکور ہو چکا ہے تو وہ ادنی توجہ سے

Marfat.com

اس میدان میں کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو وہاں تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت مجددؒ کے مکتوب کا عربی حصہ جو دفتر اول حصہ پنجم کے آخر میں درج ہے فرماتے ہیں۔

وَ قَدْ رَأَيْنَا اَهْلَ الْحَقِ اِذَا الْتَفَتُوْا اَدْنٰى اِلْتِفَاتٍ اِلٰى كَشْفِ الصُّوَرِ اَدْرَكُوْا مِنْهَا مَالَا يَقْدِرُ غَيْرُهُمْ عَلٰى اِدْرَاكِهٖ بِالْفَرَاسَةِ الَّتِى يُثْبِتُهَا اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ وَ هِىَ فِيْمَا تَتَعَلَّقُ بِالْحَقِّ سُبْحَانَهٗ وَمَا يَقْرُبُ مِنْهُ.

ترجمہ: ہم نے اہل حق کو دیکھا ہے کہ کشفِ صور معمولی توجہ سے پالیتے ہیں۔ جسے اہل فراست کی طاقت پانہیں سکتی۔ اور یہ فیضانِ خداوندی ہے۔

حضرت صاحبزادہؒ کا اصول زندگی یہی دیکھا۔ کبھی مغیبات کی خبر نہ دی۔ اگر دینا ہوا بھی تو یقین وحزم کے ساتھ اس کا اظہار نہ فرمایا۔ جب بنگلہ دیش کی جنگ میں انڈین فوج نے پہلے دن پاک فوج کے دو جہاز مار گرائے تو سن کر فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشکل وقت کی ابتدا ہو چکی ہے۔

بقول حضرت مجددؒ ایسے اہل حق جب کشف صور کی طرف معمولی توجہ کریں تو وہ کچھ کر جاتے ہیں، جہاں دوسرے لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی اور سب کچھ ان کی توجہ کا فیضان ہوتا ہے۔

راقم الحروف کا ذاتی معاملہ ہے۔ دسمبر ۱۹۶۰ء کو میعادی بخار ہو گیا۔ تقریباً ۳۰ روز بعد اتر گیا مگر ہفتہ عشرہ کے بعد پھر بخار ہو گیا۔ اس قدر شدید کہ سر کے بال اتر گئے، نظر بھی بند ہونے کے قریب ہوگئی۔ دو چار گز تک کچھ سجھائی نہ دیتا۔ رات کو سخت سردی

میں گھبراہٹ کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ حال پوچھنے پر عرض کیا: حال اچھا نہیں ہے اور تفصیل احوال پیش کردی۔

حضرتؒ نے خادم خاص حافظ سلیمان کو حکم دیا کہ فلاں ڈبیہ نکالو، غالباً خمیرہ تھا۔ حضرت نے شہادت کی انگلی سے خمیرہ نکالا اور انگلی ہی میرے منہ میں رکھ دی، میں چوسنے لگا۔ صبح اٹھا تو قے آئی جس میں جنگلی ککری کی طرح رنگ دار مادہ معدے سے خارج ہوا۔ صرف چار دن کے بعد رمضان شریف شروع ہو گیا اور راقم روزے دار بن گیا۔ صحت بالکل ٹھیک تھی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سینکڑوں واقعات ہیں۔ جن کا درج کرنا ممکن نہیں ہے۔ عامۃ الناس کی نگاہ ویسے بھی افسانوی رنگ دے لیتی ہے جس سے معنویت ختم ہو جاتی ہے۔ بس اتنا یقین کر لینا ہی کافی وشافی ہے کہ اہل حق کے لئے خوارق معمولی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ جو صرف معمولی توجہ کے ساتھ ظہور پذیر ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

باب چہارم

فصلِ عبادات

باب چہارم

فصلِ عبادات

ا۔ باوضو رہنا

آپ کا معمول تھا کہ آپ شب و روز وضو میں رہتے تھے۔ باوضو رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ضروریاتِ زندگی کس قدر معتدل اور محتاط انداز سے پوری کی جاتیں۔ اس قدر اندازہ تھا کہ معمول کی روٹی کے بعد کتنے گھونٹ پانی پینا ہے۔ چہ جائیکہ کھانے میں ردو بدل کیا جائے۔ راقم کو پہلی مرتبہ (غالباً ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے) اس کا پتہ چلا جب رات کے گیارہ بجے مکان کے باہر سونے کیلئے لیٹ گئے تو دورانِ کلام حضرت نے فرمایا۔ میں حضور علیہ وسلم ﷺ کا نام نہیں لے رہا کیونکہ میرا وضو نہیں ہے۔ حج بیت اللہ کے بعد جو کہ ۱۹۶۷ء میں کیا، باوضو رہنا شب و روز کا معمول بن گیا۔ وضو کرتے دیکھا ہے پوری دل جمعی کے ساتھ وضو کیا جاتا اور ہر سنت نبوی کا پورا پورا دھیان ہوتا۔ وضو کے بعد اکثر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور جس انہماک سے یہ عمل ہوتا وہ دیدنی ہوتا۔

۲۔ پابندی نماز

نماز کی پابندی تمام اولیائے کرام کا مرغوب عمل رہا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا پورا پروگرام صلواتِ خمسہ کے پیش نظر وضع کیا گیا تھا۔ رات کا جاگنا معمول تھا۔ نظر کی بندش کے وقت فرمایا: گھڑی کی ایک ٹن کی آواز سے صحیح تعین مشکل ہو جاتا ہے۔ ساڑھے بارہ، ایک اور ڈیڑھ میں کوئی فرق نہیں رہتا اور اٹھنا پڑتا ہے۔ یہ عمل صبح

Marfat.com

کی نماز ادا کر کے ختم ہو جاتا اور حضرت آرام فرماتے۔ سورج کے طلوع ہونے پر ناشتہ کا وقت ہو جاتا۔ موسمِ گرما میں دوپہر کا کھانا قبل ظہر ہوتا۔ پھر دوپہر کو آرام فرماتے۔ عصر سے پہلے آپ بیدار ہوتے۔ مغرب کو ہمیشہ با جماعت ادا کیا گیا۔ جب تک آپ صحت مند اور توانا رہے نمازِ مغرب میں آپ امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ بعد میں کسی صاحبِ علم۔ عمر رسیدہ یا صاحبِ دانش شخصیت کو امامت کا حکم فرماتے۔ عشاء تقریباً کھانا کھانے سے پہلے ادا کی جاتی۔ اس میں بھی مغرب کی طرح جماعت کا اانتظام کیا جاتا۔ رمضان شریف میں روزہ رکھنا اور تراویح میں قرآن کریم سننا معمول تھا۔ باوجود پیرانہ سالی کے روزہ رکھنا آخر تک رہا۔ اگرچہ طبیعت میں بہت کمزوری آ چکی تھی اور خدام کا تقاضا تھا کہ حضرت روزہ نہ رکھیں مگر حضرت کا اصرار رہا جب دن بھر کھانا پینا کچھ نہیں تو روزہ رکھ لینا کیا دشوار ہے؟

۳۔ رات کا جاگنا

سردی ہو یا گرمی حج بیت اللہ سے قبل آپ کا معمول تھا کہ رات گیارہ بجے تک جاگتے۔ اس وقت جو درویش دن بھر کی ریاضت میں مصروف ہوتے حاضری دیتے تھے۔ دن بھر جو کام ہوتے ہر آدمی بیان کرتا اور دوسرے دن کے پروگرام طے کر لئے جاتے۔ یہ بے تکلف محفل سادہ دل لوگوں کی محفل تھی جن میں طالبان صفا شامل ہوتے۔ رشد و ہدایت کا عمل ساتھ ساتھ جاری رہتا۔ حج بیت اللہ کے بعد اس معمول کے ساتھ رات کے نصف ثانی میں بیداری کا عمل جاری ہو گیا۔ نظر کی پہلے کمزوری اور پھر بالکل بند ہونے کے باوجود یہ معمول تادم آخر جاری ہو رہا۔ جب نظر بند ہونے

Marfat.com

کے باوجود قدرے طاقت تھی تو اٹھ کر وضو کر لیتے۔ بعد میں خادمِ خاص حافظ سلمان صاحب آپ کے کمرے میں ہی رات بسر کرنے لگے۔ اس وقت بھی کوشش ہوتی کہ حافظ صاحب کو بیدار نہ کیا جائے۔

جس قدر بیماری اور ضعف میں اضافہ ہوتا گیا، عبادت کی پابندی بڑھتی گئی۔ پہلے کمزوری کے باعث بیٹھ کر نماز ادا ہوتی رہی۔ جب اٹھنا بیٹھنا بلا سہارا مشکل ہو گیا تو چارپائی کے ساتھ میز لگالی جس پر سجدہ فرما لیتے۔ ایک دن فرمایا: ''ایسا ہو گیا ہوں کہ صبح و شام کا تصور ختم ہو گیا ہے۔ مشرق و مغرب کا اندازہ نہیں رہا''۔ ایسی حالت میں رات دن ایک ہو گئے تھے جس کی ابتدائی بلکہ ظاہری وجہ تو بندشِ نظر تھی مگر دوسری اور اصل وجہ ایک کیفیتِ لامکانی کا تسلط تھا جس نے دائرہ ارض و سماء سے باہر لا کھڑا کیا۔

تو مکانی اصل تو در لا مکان
ایں دکان بر بند و بکشا آں دکان
هست صوفی صفا چوں ابن وقت
وقت راهمجوں پدر بگرفته سخت
لیک صافی غرق عشق ذوالجلال
ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
غرقه نورے که اولم یولد است
لم یلد و لم یولد آن ایزد است
رو چنین عشقے گزین گر زندئه
ورنه وقت مختلف را بندئه

Marfat.com

ترجمہ: تو صاحبِ مکان ہے مگر ترا اصل ٹھکانا لامکان ہے۔ اس مکان کو تالا لگا دو اور لامکان کی راہ لو۔ صوفی جب تک پابندِ وقت ہے۔ وہ دائرہ میں مقید ہے۔ لیکن عشقِ الٰہی میں فنا ہو چکا ہے وہ وقت کی قید و بند سے باہر ہے۔ وہ ایسے نور میں فنا ہے جو نسبتِ مادر و پدر سے آزاد ہے۔ ایسی ہی محبت اختیار کرو اگر زندگی کا سرمایہ حاصل ہے، وگرنہ تم مختلف اوقات کی زد میں رہ کر مختلف احوال کے حامل رہو گے۔

امامت کا نظام بڑا دلچسپ تھا۔ قوت تھی تو خود نماز پڑھاتے رہے مگر ضعف کی وجہ سے جب بیٹھ کر پڑھنا شروع کی تو اہلِ مجلس میں سے امام نامزد فرماتے۔ اہل علم حضرات کو اولیت حاصل تھی۔ بعض دفعہ بوقتِ عذر بے لب و ریش حضرات بھی امام بنا دیے جاتے۔ ایک صاحبِ علم حضرت اہل حدیث مسلک سے تھے۔ انہیں نماز پڑھانے کو فرمایا۔ اندازہ فرمائیں قادری خاندان کے مشہور و معروف سجادہ نشین کس رواداری، وسعتِ قلب و مسلک کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں اور خود قرآن و حدیث کے جملہ معارف پر پوری پوری دسترس حاصل ہے۔ کیا یہ مثال موجودہ علماء حضرات کو توجہ اور تفکر کی دعوت نہیں دے سکتی؟ غالباً نہیں۔

وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآئَتْهُمُ الْبَيِّنَاتِ وَ اُوْلٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (اٰلِ عمران-۱۰۵)

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو ٹولہ ٹولہ ہو کر اختلاف کر گئے۔ (یہ سب کچھ) واضح معجزات کے بعد ہوا۔ ایسے لوگوں کیلئے عذابِ عظیم ہے۔

رمضان شریف میں خصوصی انتظام ہوتا۔ تراویح کا بھی التزام تھا۔ مسجد میں جا

Marfat.com

کرتو بیس رکعت ادا ہوتی تھیں ۔ یہ دور غالباً اعوان شریف کا تھا۔۱۹۵۳ء میں آٹھ تراویح کا اہتمام تھا۔ایک رمضان شریف میں تو راقم الحروف بھی پڑھتا رہا۔متواتر سعادت حضرت مفتی عبدالرؤفؒ ہیڈ ماسٹر پبلک ہائی سکول گجرات وصول کرتے رہے۔تراویح کے بعد مختصر سی نورانی محفل ہوتی۔

۴۔ حج بیت اللہ

حضرت نے یہ مبارک سفر ۷افروری ۱۹۶۷ء تا۱۴ااپریل ۱۹۶۷ء کیا۔سفر حج کا تفصیلی تذکرہ حالاتِ زندگی میں درج ہے۔ یہاں عبادت کے ضمن میں یہ کہنا درست ہوگا کہ جس قدر اخفا اس عبادت میں ممکن تھا وہ ملحوظ رکھا گیا۔لاہور جانے کا پروگرام ہر سال ہوتا تھا۔حج کے سفر کو اس سالانہ پروگرام کا لباس دیا گیا۔ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوکر رات بذریعہ ہوائی جہاز کراچی گئے۔تمام اہل مجلس اور اہل محلّہ اس سفر مبارک سے لاعلم تھے۔اس کا انہیں روانگی کے بعد معلوم ہوا۔واپسی ۱۴ااپریل ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔اس دن بوقتِ عصر باہر آ کر بیٹھے۔کمرہ میں داخل ہوئے تو ۲۵ دن تک بلاخوردونوش گہرے سکتے کے عالم میں چلے گئے۔نہ بولنا رہا اور نہ کھانا پینا، دن رات اسی کیفیت میں بسر ہوتے رہے۔معالج حضرات کی چارہ گری جاری رہی مگر یہاں عالم کچھ اور ہی تھا۔اور کسی کو کیا خبر ہوسکتی ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥(سورۃ سجدہ)

ترجمہ: کسی کو خبر نہیں کس قدر آنکھوں کی پوشیدہ ٹھنڈک انہیں حاصل ہے۔ یہ

تمام کچھ ان کے اعمال کی جزا کے طور پر ہے۔

از سر بالین من بر خیز ای ناداں طبیب

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

ترجمہ: میرے سرہانے اے لاعلم طبیب مت بیٹھیے عشق و محبت کا علاج دیدارِ محبوب کے سوا کچھ نہیں۔

بقول حضرت صاحبزادہ صاحب مجھے عصر کے وقت ہوش آیا۔ حافظ سلیمان خادمِ خاص سے دریافت کیا کہ کون سا وقت ہے؟ وہ بولے عصر کا وقت فرمایا: تہہ بند کی جگہ نیچے سے دھو ڈالو شاید پاکیزگی قائم نہ رہ سکی ہو۔ چنانچہ نمازِ عصر ادا ہوئی اور آہستہ آہستہ طبیعت کا رجوع کائنات اراضی کی طرف ہوتا چلا گیا۔ ایسے میں بھوک بالکل ختم ہو چکی تھی۔ مزاج اس قدر لطیف ہو گیا کہ روٹی کا تصور بھی دکھ دیتا تھا۔ اکثر چائے پر گزارہ ہونے لگا۔ چند دنوں کے بعد احباب کے اصرار پر روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھایا جانے لگا۔ یہ خوراک ۱۹۶۷ء کے بعد معمول بن گئی۔ تقریباً ۱۴ سال اسی خوراک پر بسر ہو گئے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند

راز ہا دانستہ و پوشیدہ اند

ہر کرا اسرار حق آموختند

مہر کردند و دہانش دوختند

Marfat.com

۵۔ انفاق فی سبیل اللہ

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَیِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ٥ (سورة البقرة)

ترجمہ: اگر خیر خیرات ظاہری طور پر تقسیم کرو تو بہتر ہوگا۔ مگر جب اسے پوشیدہ رکھ کر محتاج تنگ دست افراد کو دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا اور وہ آپ لوگوں کے گناہ کم کردے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

خیراتِ وصدقات کو پوشیدہ اور اعلانیہ ہر لحاظ سے خرچ کرنے کا فرمان ہے، مگر پوشیدہ طور پر خرچ کرنے کے فوائد کا تذکرہ جاذبِ قلب ونظر فرمایا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب انفاق فی سبیل اللہ پورے اخفاء سے کرتے۔ گجرات شہر کے مقامی دینی مدارس کے علاوہ لاہور، گوجرانوالہ اور بھیرہ شریف کے مدارس کو بھی رقوم بھیجی جاتیں۔ راقم نے دیکھا کہ طالبِ علم خواہ دینی مدارس کے ہوں یا دوسرے سکول وکالج کے آپ کی عنایات کی وافر مقدار وصول کرتے۔ حضرت فیس اور کتابیں مہیا کرنے میں خصوصی فرحت محسوس کرتے۔ اہلِ علم حضرات اور حفاظ بھی بڑے دلچسپ انداز سے نوازے جاتے۔ تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں، ایک مثال سے طبیعت مبارک کا استغنا اور دنیاوی مال ومنال سے بے رغبتی کا نقشہ نظر آئے گا۔ کائنات اراضی سے سفر اختیار کرنے سے پہلے حضرت نے حافظ سلیمان خادمِ خاص کو گجرات میں ایک مدرسہ کا نام لے کر اس کے مہتمم کو بلانے کا کہا۔ چنانچہ بلا کر تمام تر مال ونقد مہتمم صاحب کے حوالے کر دیا جو دس ہزار کی خطیر رقم کے لگ بھگ تھا۔ تفصیل ناممکن ہے اور آپ کے

Marfat.com

مزاج اقدس کو ملحوظ رکھیں تو لا طائل بھی۔

طالبِ علم کی موجودگی میں حضرت صاحبزادہ صاحب قاضی صاحب قدس سرہ کی طبیعت کا رجحان بیان فرماتے۔ اگر کوئی آدمی کہتا کہ میں طالبِ علم ہوں تو فوراً چہرہ پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ بڑھ کر مشفقانہ انداز میں پوچھتے کون کون سی کتاب پڑھ رہے ہو؟ اگر اس کے پاس کتاب ہوتی تو اپنے ہاتھ میں لے لیتے اگرچہ نظر کی بندش ہو چکی تھی۔ کتاب پر ہاتھ پھیرا جاتا اور سبق کے متعلق استفار ہوتا۔ یہ منظر دیدنی ہوتا۔ پھر طالبِ علم کی مالی اعانت بھی کی جاتی۔ ایسا محسوس ہوتا کہ حضرت بے خودی کے عالم میں نہیں ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاں بھی یہی نقشہ نظر آتا رہا۔

بانگ می آید کہ ای طالبِ بیا

جود محتاج گدایاں چوں گدا

جود محتاج است جوید طالبے

ہم چنانکہ تو بہ جوید تائبے

جود محتاج گدایاں چوں صغاف

ہم چوں خوباں کائینہ جویند صاف

روئے خوباں ز آئینہ زیبا شود

روئے احساں از گدا پیدا شود

پس گدایاں آئینہ جود حق اند

و آنکہ با حق اند جود مطلق اند

Marfat.com

ترجمہ: آواز آرہی ہے، اے صاحبِ طلب وتلاش ادھر آؤ (دیکھو) سخاوت گداگر کی محتاج ہو رہی ہے۔ سخاوت محتاج بن کر طالبِ صادق کی تلاش میں ہے جیسا کہ توبہ گناہ گار کی تلاش میں ہے۔ سخاوت، مزدور اور محتاج لوگوں کی تلاش میں ہے۔جس طرح خوب صورت لوگ صاف شفاف آئینہ چاہتے ہیں۔ خوب صورت چہرہ آئینہ دیکھ کر اور زیادہ نکھرتا ہے (اسی طرح) گداگر بھی احسان ومروت کے ظہور کا سبب بنتا ہے۔ گداگر لوگ سخاوتِ خداوندی کے مظہر ہیں مگر جو لوگ صفات وذات الٰہیہ میں گم ہیں۔ وہ سراپا سخاوت ہی سخاوت ہیں۔

"فِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ" ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حصہ ہے، فرمانِ خداوندی کی عملی تفسیر تھے۔ راقم کی موجودگی میں، جب کہ حضرت اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ چند اور لوگ بھی موجود تھے، ایک شخص نے دروازے پر دستک دی۔ ایک صاحب باہر گئے پتہ چلا ایک سائل ہے جس کا بچہ حادثہ میں فوت ہو گیا ہے۔ اپنا نام رحمت بتاتا ہے اور پہلے بھی حاضر ہوتا رہتا ہے حضرت نے فرمایا اندر بلا لو دیکھا تو اس نے ایک قیمتی مرغ بغل میں دبا رکھا تھا۔ میرا لڑکا ریاض تھا جو مدینہ ہائی سکول میں استاد تھا۔ میں کسوکی ضلع گجرات کا باشندہ ہوں اور میرا بچہ گجرات میں حادثہ کا شکار ہو گیا ہے حضرت بخوبی واقف تھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا سراسر جھوٹ تھا مگر حضرت بالکل خاموش رہے۔ اس کی داستان سن کر حافظ سلیمان صاحب کو کہا کہ اسے ۲۵ روپے دے دو چنانچہ وہ روپے لے کر چلا گیا۔

اس بلندی اخلاق کا نمونہ آج کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مولوی ریاض مرحوم

حضرت صاحبزادہ صاحب کے ڈیرہ پر رہتے تھے۔ اور راقم کے والد مرحوم و مغفور کے شاگرد تھے اور عربی زبان و قواعد پر خاصا عبور تھا۔ ریاض الدین ہائی سکول مدینہ میں عربی پڑھاتے تھے۔ وہ حضرتؒ کو عربی کتب پڑھ کر سنایا کرتے تھے، اس طرح آپ کی مصروفیت میں خوش گوار اضافہ کرتے۔ بخار اور پیچش کی وجہ سے وہ فوت ہو گئے۔ رحمت اگرچہ کسو کی گاؤں کا تھا مگر اس کا رشتہ مولوی ریاض کے ساتھ دور دراز کا تھا وہ والد نہ تھا۔

۶۔ قرآن فہمی

قرآن کریم کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا مکتبہ میں جملہ تفاسیر عربی اردو موجود تھیں اور بوقتِ ضرورت ہر ایک سے استفادہ فرماتے نظر کی بندش کے باوجود مختلف تفاسیر کے نام لے کر استشہاد دیتے۔ یہ عادت مبارکہ تھی۔ جس لفظ کا ذرا شک ہوتا فوراً مراجع کی طرف رجوع کا حکم دیتے۔ تفاسیر کی جس نفاست اور مضبوطی سے حفاظت کرتے، یہ ان کے دلی لگاؤ کی دلیل تھی اکثر آیاتِ ربانی کے معانی پر سوال کیا جاتا جواب میں برجستگی کے ساتھ ساتھ حقانیت کی روشنی حاصل ہوتی۔ ایک دفعہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا بارگاہ الٰہی میں مطالبہ نظر کا تھا کہ مجھے نظر کرنے دیجئے۔ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ مگر جواب میں رویت کی نفی ہے جو نظر سے بالاتر مقام ہے۔ قَالَ لَنْ تَرٰانِی فوراً فرمایا: نظر کو اسی وقت رویت بن جانا تھا، نظر تک نہ رہنا تھا اس لئے رویت کی نفی کر دی۔ یہ بیان اس قدر فی البدیہہ فرمایا کہ گمان گزرا یہ الہام قلبیہ سے حضرت نے فرمادیا ہے۔

Marfat.com

از پئے روش عامه درمیاں .. وحی دل گویند آن را صوفیان

نے نجوم است و نے رمل است و نہ خواب -- وحی حق واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: عوام الناس سے پردہ داری کی خاطر صوفی لوگ اسے دل کی وحی کا نام دیتے ہیں۔ نجوم و رمل اور خواب کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ وحی الٰہی ہے، جسے مولا بہتر طور پر جانتا ہے۔

قرآنِ کریم کی تفسیر کی طرف جب طبیعت کا رخ ہو جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ کشف معانی کا دریا بہہ رہا ہے۔ وہ احوال و مقامات پیش نظر رکھ دیتے جن کا تصور کبھی نہ ہوا ہوتا۔ کلام کے آخر میں یہ کلمات ضرور فرماتے: مجھ سے باتیں نکل جاتی ہیں، پھر بعد میں افسوس لگ جاتا ہے کہ کیوں اس قدر کلام کرتا رہا میرے کہنے سننے پر نہ رہنا، میں نے کچھ پڑھا نہ تھا اور جو پڑھا اس پر قابو نہیں رہا۔ اب تو حافظہ پر اعتبار اٹھ گیا ہے۔ بات یاد نہیں رہتی۔ بعینہ یہی کلمات اکثر کلام کے آخر میں فرماتے۔

اندرونم صد خاموشی خوش نفس

دست برلب می نهد یعنی که بس

خاموشی بحراست و گفتن آب جوئے

بحر می جوید ترا جوئے رامجوئے

از اشارت دریا سر متاب

فَهمْ کُنْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

مثنوی مولانا روم

ترجمہ: میرے اندر لذت آفریں خاموشی ہے جو بولتے وقت زبان کو خاموش

Marfat.com

کرنے کی خاطر اس پر ہاتھ رکھ دیتی ہے تا کہ وہ خاموش رہے۔ خاموشی سمندر کی طرح ہے اور گفتگو نہر کے جاری پانی کی طرح۔ اے مخاطب خاموشی تری تلاش میں ہے، تم نہر کی طرف مت جاؤ دریا کے خاموش اشاروں کا انکار نہ کیجئے۔ بات سمجھو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ'' یہ کلمات مبارکہ رحمت وشفقتِ الٰہیہ سے لبریز ہیں۔ اس میں فرمان یہ ہے کہ ہر گناہ کر لینا مگر ایک گناہ نہ کرنا۔ یہ سخت نا گوار ہے کہ آپ لوگ ہم سے ناطہ توڑ لیں۔ ایسا نہ کرنا ورنہ ہماری ناراضگی برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ اس کی مثال اس ماں کے کلمات ہیں جو اپنے ننھے کو کہتی ہے: تیری ہڈیاں توڑ دوں گی گھر چلا جا۔ کیوں میرے پیچھے بھاگا آ رہا ہے۔ دور دراز کا سفر، پیدل چلنا، دھوپ، پیاس اور بھوک ماں کو یاد ہوتی ہے اور بچے کو ان الفاظ کے ساتھ ہمراہی کے احساس سے خالی کرنا چاہتی ہے۔ بظاہر کلمات غضب ناک ہیں۔ مگر تہہ میں شفقتِ مادری کا دریا بہہ رہا ہے یہی مفہوم فرمان خداوندی کا ہے کہ شرک میں جو مصائب دل و دماغ اور مال و جان پر آتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں ناکامی اور روسیاہی مقدر بن جاتی ہے۔

''وَمَنْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ اَوْ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ ٥

ترجمہ: جو شخص شرک کا ارتکاب کرتا ہے گویا کہ آسمان کی بلندی سے گرتا ہے۔ پرندے اس پر جھپٹ پڑتے ہیں اور تیز ہوائیں اسے دور دراز علاقہ میں

Marfat.com

پھینک دیتی ہیں۔

پروردگار اس انجام بد کو دیکھا کر ڈراتے ہیں۔ فہمائش کرتے ہیں۔ یاد رکھو شرک نہ کرنا مشرک کیلئے بخشش نہیں ہے۔ بد بخت انسان شرک کر کے رابطہ خداوندی توڑ دیتا ہے۔ جسے ''رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیءٍ'' برداشت نہیں کر سکتی۔ یہی وہ رحمت ہے جو رسول اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے تو رحمۃ للعالمین کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔ جس کی رونمائی غزوہ احد میں ہوتی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ٥ (سورۃ ال عمران: **۱۵۹**)

ترجمہ: یہ رحمت الٰہیہ ہے جس نے آپ ﷺ کو ان کیلئے نرم دل بنا دیا۔ اگر آپ ﷺ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ٹوٹ کر آپ ﷺ سے علیحدہ ہو جاتے۔ انہیں معاف فرما دیجئے۔ ان کیلئے بخشش طلب کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجئے۔ جب آپ پر عزم ہو جائیں تو توکل عَلَے اللہ کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہل توکل کو پسند کرتا ہے۔

غزوہ احد میں تمام لغزشوں کو نظر رحمت نے دور پھینک دیا۔ اس قدر لغزشیں کہ تا قیامت ان کی نظیر نہیں ملتی۔

عصیان ما و رحمت پروردگار ما

ایں را نہایتے و نہ آں را نہایتے

Marfat.com

ترجمہ: تمہارے گناہ اور رحمت پروردگار دونوں کی انتہاء نہیں ہے۔

حضرت کی قرآن فہمی کے یہ چند اشارات ہیں جن کا بہاؤ اس قدر تیز ہوتا کہ معمولی رسائی کا آدمی دور بچھڑ جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا معانی واسرار خود بخود غیب سے دل پر اتر کر زبان کو آشنا کر رہے ہیں اور سامعین کے دلوں کو سیراب کیا جارہا ہے۔

رفتنِ ایں آب فوق آسیا
رفتنش در آسیا بھر شما است
چوں شمارا حاجت طاحوں نماند
آب را در جوئی اصلی باز راند
ناطقہ سوئے دھان تعلیم است
ورنہ خود آں آب راجوئے جدا است
میرود بے بانک و بے تکرار ھا
تحتہا الانہار تا گلزار ھا

ترجمہ: اس پانی کی گزرگاہ درحقیقت پن چکی سے اوپر ہے۔ چکی کی طرف پانی کا جانا صرف تمہاری خاطر ہے۔ جب تمہیں چکی کی ضرورت نہ رہی تو پانی اپنی اصلی گزرگاہ پر چلا دیا۔ قوت گویائی جب زبان پر آئی تو مقصد تعلیم ہے ورنہ پانی اپنی جدا گزرگاہ رکھتا ہے۔ جہاں یہ بے آواز بے نشان ہو کر چلتا ہے۔ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں جو باغات تک جاتی ہیں "آپ" کی مثال اس بے آواز پانی کی سی ہے جس

Marfat.com

میں روانی، سیرابی وشادابی ہمہ جہت موجود ہے''

۷۔ محبت سرورِدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اہل علم کے نزدیک ایمان، اطاعت، اتباع اور محبت کے حوالے سے ہوتا ہے۔قرآن پاک ان تعلقات کو پختہ کرنے کا حکم دیتا ہے آپ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(لَا یُؤمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْـہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَاسِ اَجْمَعِیْنَ)

ترجمہ: تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اولاداور تمام انسانوں سے بڑھ کرمحبوب نہ ہوجاؤں۔

اہل اللہ کا مقصد وحیات محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں کسی قسم کی ہوائے نفس حائل نہیں ہوسکتی۔اسی کی نشاندہی کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کررہا ہے۔

لَا یُؤمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُونَ هَوَاهُ تَبعاً لِمَا جِئتُ بِهٖ

(الحدیث)

ترجمہ: تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تمام خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوجائیں جو میں لایا ہوں۔

یہی وہ جہاد اکبر ہے جسے کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم فرمایا ہے۔

رَجْعَنَا مِنْ الْجِهَادِالاَ صغَرِ اِلیٰ الْجِهَادِ الا کبَر

ترجمۃ۔ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

Marfat.com

صوفیائے کرام کی زندگی کا ہر لمحہ جہاد اکبر سے عبارت ہوتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی حضور اکرم امام الانبیا ﷺ سے محبت کا مختصر واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ بلا وضو حضور اکرم ﷺ کا نام نہیں لیا کرتے تھے۔ اعوان شریف کے ایک معروف ملک صاحب محمد خان نامی، جن کی پنسار کی دوکان تھی، کسی شخص نے حضرتؒ سے ان کا نام دریافت کیا۔ آپ نے نہ بتایا۔ پوچھا گیا۔ حضرت آپ نے کیوں نہ بتایا؟ فرمایا ان کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام تھا اور میں بے وضو تھا بلا وضو نام نہ لے سکا۔

ایک دفعہ راقم کو فرمایا: سرمہ اور مسواک کا روزہ میں کیا ارشاد ہوا ہے۔ تم دیکھو کہ سیال سرمہ کے متعلق آنحضرت تاجدار مدینہ ﷺ کا کوئی ارشاد فقہاء نے نقل کیا ہے۔ یہ رمضان شریف کا واقعہ ہے جب کہ ڈاکٹر نے دن میں تین چار بار آنکھوں میں انگریزی دوائی ڈالنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس قدر احتیاط سے آپ اندازہ لگائیں کہ باقی معاملات زندگی میں اسوہ حسنہ کی پیروی کس محبت سے ہوتی رہی۔

حج بیت اللہ کی زیارت اور روضہ اقدس کی حاضری جو کہ حج کے مبارک سفر میں درج ہو چکی ہے کا ایک بار پھر مطالعہ تازگی ایمان کا ضامن ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا: روضہ الرسول ﷺ کے روبرو ہوا تو مجھے ہر چیز بھول گئی اور حضرت عبدالرحمٰن جامی، جو عاشقان آستانہ رسول ﷺ میں سے ہیں، ان کا منظوم کلام جسے انہوں نے سرورِ عالم کے حضور پیش کیا تھا اور جس کا عنوان ''لباس ضراعت پوشیدن درا قتباس نور شفاعت کوشیدن'' تھا، زبان سے جاری ہو گیا۔ حافظ محمد سلیمان، جو کہ خادم خاص ہیں اور آپ

Marfat.com

کے ہمراہ تھے کے مطابق جسم سارا کانپ رہا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، کمزوری پیری اور نقاہت کے باوجود آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ روضۃ النبی الکریم ﷺ کے سامنے جسم مبارک اس قدر لپٹ گیا تھا گویا آنحضور ﷺ کے قدموں پر رکھا جا چکا ہے اور زبان نے فراق حبیب ﷺ میں پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

زمہجوری برآمد جان عالم

تَرَحَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ترحم

نہ آخر رحمۃً لِلْعَالَمِیْنِیْ

زمحروماں چرا غافل نشینی

زخاك ای لاله صحراء برخیز

چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

شب اندوہ مارا روز گرداں

زروئے ات روز ما فیروز گرداں

ترجمہ: حضور ﷺ کی جدائی نے پوری کائنات کو متاثر کیا ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، آپ ﷺ رحم و کرم فرمائیے۔ یقیناً آپ جہانوں کی رحمت ہیں اور محروم لوگوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ آپ ﷺ صحرا کے خوشبودار پھول ہیں۔ نرگس کے پھول کی طرح مسکرائیے۔ یمن کی چادر سے اپنا مبارک سر باہر کیجئے آپ کا چہرہ صبح زندگانی ہے۔ ہماری غم بھری رات کو روشن بنا دیجئے اور اپنے مبارک چہرہ سے ہمارے دن کو بانصیب فرما دیجئے۔

Marfat.com

یہ محض ان اثرات کا تذکرہ ہے جو ظاہری جسم مبارک پر پڑتے رہے۔ یہ اثرات بالواسطہ ہیں بلاواسطہ تو اولیائے کرام کے ارواح متاثر ہوتے ہیں جن کا ادراک یا احاطہ کسی دوسرے فرد کی رسائی سے بالاتر ہے۔ جس کے ہم مقام وہم منزلت لوگوں کی ملاقات میں اشارات ملتے ہیں۔ جہاں اہل اللہ نے حجاب والے لوگوں کا ایک دوسرے کے بارے میں انکشاف کیا ہے۔ مثلاً حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردیؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی ملاقات کا تذکرہ انتہائی دلچسپ ہے۔ دونوں خاموش بیٹھے رہے اور جدا ہو گئے۔ حضرت شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا:

مِنَ الفرقِ اِلٰی الْقَدَمِ مُسْتَغرِقٌ فِیْ الشَرِیْعَۃِ

ترجمہ: سر سے پاؤں تک شریعت میں گم ہو گئے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا:

بَحرٌ مِنْ بَحُوْرِ الْحقَائِق : یعنی حقائق کے سمندروں میں سے ایک سمندر ہیں۔ لوگ جو حجاب اکبر میں ہیں۔ انہیں ان واردات کا کیا سراغ جو اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے قلوب وارواح پر فیضان کرتا ہے۔

شَرِبْنَا شَرَاباً طَیِّباً عِنْدَ طَیِّبٍ
بِذَاکَ شَرَابُ الطَّیِّبِیْنَ یَطِیْبُ،
شَرِبْنَا وَ اَهْرَقْنَا عَلَی الْاَرْضِ جُرْعَۃً
وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبُ

ترجمہ: ہم نے پاکیزہ شخصیت کے پاس بیٹھ کر پاکیزہ شراب پی اور اسی طریقہ

Marfat.com

سے پاکیزہ لوگوں کے مشروب کو پاکیزہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے مشروب پی کر اس کا گھونٹ زمین پر ڈال دیا وجہ؟ یقیناً سخی لوگوں کے پیالہ میں زمین کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

حضرت عارف رومیؒ نے اس مقام کو دعائیہ انداز میں واضح فرمایا ہے۔

اے خدا جان را تو بنما آں مقام

کاندروں بے حرف می روید کلام

تا کہ سازو جان پاك از سر قدم

سوی عرصہ دور پہنائے عدم

عرصۂ بس باکشاد و بافضا

دین خیال و نیست زوبا بد توا

ترجمہ: اے پروردگار تو میری جان کو وہ مقام دکھا دے جہاں کلام میں الفاظ و حروف نہیں ہوتے۔ تا کہ پاکیزہ روح عدم کی وسعتوں میں اپنا سفر جاری رکھ سکے۔ وہ اس قدر عظیم وسعتیں ہیں جہاں ہر خیال وگماں کی پرواز نہیں ہے۔ کسی زمانہ میں اپنی کہی گئی فارسی غزل کا ایک شعر یاد آ رہا ہے۔

بے تکلم گفتگو می رفت درمی خوار گاں

حسِ ظاہر راخبر چہ از زباں کہ داشتیم

ترجمہ: نشے والے لوگوں میں بغیر گفتگو کلام ہو رہا تھا۔ جو زبان وہاں استعمال ہو رہی تھی کان اس سے نا آشنا ہیں۔

محبت رسول ﷺ کی سب سے پختہ دلیل اتباع رسول ﷺ ہے۔ حضرت

صاحبزادہ صاحب زندگی بھر اتباع سنت نبوی پر کاربند رہے۔

محبتِ رسول ﷺ کی سب سے پختہ دلیل اتباع اسوہ حسنہ ہے۔ حضرتؒ نے زندگی بھر کوئی قول و فعل، غرضیکہ مِنَ الْفِرَقِ اِلَی الْقَدَمِ مُسْتَغرِقٌ فِی الشَّرِیْعَۃِ النبویۃ ﷺ میں ساری زندگی گزاردی اور ہم نشین سالہا سال کی رفاقت اور ہم نشینی میں خلافِ شریعت کوئی عمل نہ دیکھ سکے۔ حضرتؒ کے کلام میں جب کبھی اشارۃً حضور ﷺ کا نام سنا جاتا تو دل یقیناً ایک گونہ لذت محسوس کرتا جس کا اثر بڑا عرصہ موجود رہتا۔ ایک دفعہ استمداد بالموتی پر ایک صاحبِ علم بحث کررہے تھے اور دلائل سے نفی کررہے تھے جیسے حضرت عمرؓ کا مشہورِ زمانہ یہ فرمان کہ ''ہم نبی اکرم ﷺ کی وساطت سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔ اب آپ ﷺ کے بعد حضرت عباسؓ جو تیرے نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا ہیں کو وسیلہ کے طور پر پیش کرتے ہیں چنانچہ بارش برسنے لگ گئی''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دنیا سے چلا گیا وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اس سے استمداد ناممکن ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ فرمانے لگے اگر مردہ کچھ نہیں کرسکتا تو آپ بتائیں زندہ کیا کرسکتا ہے۔ خصوصاً جب نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ'' کا دور اس پر چلایا جاتا ہے تو یہ جزع فزع، بے صبری سے کام کیوں لیتا ہے۔ کبھی غور فرمایئے حضرت عمرؓ کا فرمان کیا ہے؟ ''عَمَّ نَبِیِّکَ'' حضرت عباسؓ کو نسبت کے تذکرہ کے ساتھ پیش کیا ہے جس کا مطلب ہے جہاں سرورِ دو عالم ﷺ کا نام اور نسبت ہوگی وہاں حلِ مسائل یقینی ہو جائے گا۔ گویا نسبت رسول ﷺ بھی کام

Marfat.com

دے جائے گی۔ معراج سے واپسی پر پچاس نمازیں حضورﷺ لے کر آئے کس نے بار بار واپس بھیجا؟ اور پانچ تک تعداد کر دی جو کئی صدیوں سے مر چکا تھا۔ گویا صدیوں کے پرانے مردہ نے زندہ و پائندہ ذات کی راہنمائی کی، پھر لطف یہ کہ تا قیامت امتِ مسلمہ پر وہ مردہ احسانِ عظیم کر گیا۔ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے ہماری سرکارﷺ پچاس کی پچاس نمازیں لے کر رخصت ہو آئے تھے۔ اب آپ ہی بتائیں وہ مردہ کتنا بڑا احسان کر گیا۔ ہماری سرکار کا لفظ اس انداز سے فرمایا کہ حضورﷺ کا قرب و کشش ہر شخص کو محسوس ہوئی۔ راقم الحروف ان نوازشات میں شامل تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

اَللّٰھُمَ ارْزُقْنَا حَسَنًا مِنْ فَضْلِکَ وَ فَضْلِ حَبِیْبِکَ الْکَرِیْمِ. (آمین)

Marfat.com

باب پنجم

شعری ذوق

Marfat.com

باب پنجم

شعری ذوق

اولیائے کرام کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو تقریباً تمام کے تمام شعر وسخن کے ساتھ ہم مزاج نظر آتے ہیں۔ غالب اکثریت ایسے مقتدر صوفیا کی ہے جنھوں نے شعر کہے، دیوان بنے اور کتابیں مکمل ہوئیں۔ گویا صوفیاء صاحبِ کتاب گزرے ہیں، دوسرے وہ حضرات بھی ہیں جن کا کلام صحائف کی صورت میں موجود ہے۔ جس طرح انبیاءؑ میں بعض رسول و نبی ہیں جو صاحبِ کتاب ہیں اور بعض صرف نبی ہیں جو صحائف کے حامل ہیں جن کا کلام مختصر رہا ہے یا اسقدر ضخیم کتب پر مشتمل نہیں ہے۔

برصغیر کے صوفیاء میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مقام و مرام لاریب ہے۔ شریعت حقہ پر خود ساری زندگی بسر کر دی اور اپنے ارادتمندوں کو بھی غیر شرعی عمل سے روک دیا۔ انکے کلام میں اگر دیکھا جائے تو اشعار کا استعمال انتہائی مناسب و موزوں مقام پر ہوا ہے۔ گویا شعری ذوق سے وہ بھی خالی نہ تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے مزاج میں بھی شعر وسخن سے لگاؤ موجود تھا۔ اچھے اشعار کا انتخاب آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ چونکہ ذہن انتہائی زیرک اور حافظہ انتہائی قوی تھا اس لیے ہزاروں عربی، فارسی اور اردو اشعار آپ کو یاد تھے۔ سال بھر کی ڈائری آپ کے پاس رہتی۔ جہاں روزانہ کا لین دین ہوتا وہاں جا بجا اشعار بھی لکھ لئے جاتے مثلاً بر ڈائری سال ۱۹۴۹ء یہ اشعار درج ہیں۔

Marfat.com

جَرَی قَلَمُ الْقَضَآءِ بِمَا یَکُوْنُ فَسَیَّانِ التَّحَرُّکِ وَ السَّکُوْنُ

جُنُوْنٌ مِنْکَ اَنْ تَسْعیٰ لِرِزْقٍ وَیَرْزُقُ فِیْ غِشَاوَتِہِ الْجَنِیْنُ

ترجمہ: خدائی فیصلہ ہو چکا ہے جو ہونے والا واقعہ ہے وہ ہو کر رہے گا۔ رزق کی تلاش میں گم ہونا غیر دانشمندی ہے۔ جبکہ ماں کے پیٹ میں بھی وہ بچے کا رازق ہے۔

بر لوح نوشتہ بود کہ ملعون شود یکے
بر دم گماں بہ ہر کس برخود گماں نبود

ڈائری سال ۱۹۶۰ء پر یہ اشعار درج ہیں:

ہو نہ دامن گیر کوئی جان کر قاتل تجھے تو بھی روتا چل، جنازے کو ہمارے دیکھ کر

گرچہ یاراں فارغ اند از یادِ من
از من ایشاں را ہزاراں یاد ماند

ڈائری سال ۱۹۶۲ء پر یہ اشعار درج ہیں:

بدنامیِ حیات دو روزے نبود بیش
آن ہم کلیمؔ با تو چہ گویم چساں گزشت
یک روز صرفِ بستن دل شدبہ این و آن
روزِ دگر بہ کندنِ دل زین و آن گزشت

ڈائری سال ۱۹۵۲ء پر یہ شعر درج ہے:

اُرِیْدُ وِصَالَہٗ وَ یُرِیْدُ ھِجْرِیْ فَاَتْرُکُ مَا یُرِیْدُ لِمَا یُرِیْد

ترجمہ: میں ان کے وصال کا طالب ہوں اور وہ میرے فراق کے۔ میں اپنی

Marfat.com

خواہش ان کی خواہش کے مقابلہ میں ترک کر دیتا ہوں۔

ڈائری سال ۱۹۵۵ء پر یہ اشعار درج ہیں:

گر محبت درمیاں باشد تکلف گو مباش

درحلاوت شیرِ مادر بے نیاز از شکر است

ہیچ کس ہمت ندارد ہمچو سوزن درمیاں

باوجود تنگ چشمی پردہ پوش عالم است

ڈائری سال ۱۹۶۰ء پر یہ اشعار درج ہیں:

اشتاقه فاذا بدا أطرقتُ من اجلاله

ترجمہ: ان کا میں عاشق ہوں مگر جب وہ روبرو ہوئے تو ان کے رعب وجلال کی وجہ سے میں نے سر جھکا دیا.

استغن ما اغناک ربک بالغنى

فاذا تصبک خصاصة فتحم

اذا لم تستطع امرا فدعه

وجاوزه الى ما تستطيع

ترجمہ: تم مالدار رہو جب تک مولا تمھیں مالدار بناتا ہے اگر مفلسی آجائے تو صبر کرنا جب تم کسی معاملہ کو اٹھا نہیں سکتے تو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کم وزن معاملہ کو اٹھالو۔

Marfat.com

من شمع دل گدازم تو صبح دلکشائ

سوزت گرت نه بینم میرم چوں رخ نمائ

نزدیکیت ایں چیننم دور آنچناں که گفتی

نے تاب وصل دارم نه طاقتِ جدائ

ڈائری سال ۱۹۶۳ء پر یہ اشعار درج ہیں:

آن خوشا وقتے که من از بهر تقدیم نیاز

هم جبینے داشتم هم آستانے داشتم

مذکورہ منتخبہ اشعار سے واضح ہوجاتا ہے کہ حقائق عالم کی طرف دھیان مرکوز تھا۔دنیا کی بے ثباتی ،فراق ووصال کا تصور،روحانی نسبت کا تذکرہ مزاج مبارک میں موجود رہتا تھا۔اکثر مواقع ہیں جہاں فرطِ غم یا فرطِ مسرت سے جذبات کی ترجمانی حضرتؒ نے اشعار کی صورت میں فرمادی۔غالبا اردو کلام تو نہ تھا فارسی اور عربی زبان و بیان استعمال کیے گئے۔

دیو بند کے فارغ التحصیل اساتذہ سے آپ نے کسبِ فیض کیا۔خصوصاً حضرت عبدالرحمانؒ کے بارے میں فرمایا کرتے کہ حضرت شبیر احمد عثمانیؒ سے صرف دو سال پیچھے تھے انکے بھی وہی اساتذہ تھے جو حضرت شبیر احمد عثمانیؒ کے اساتذہ تھے۔

۱۰ نومبر ۱۹۲۸ کو جب حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کاشمیری شیخ الحدیث و القران رحمۃ اللہ علیہ گجرات تشریف لائے تو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ آدانشریف میں موجود تھے۔خود حاضر نہ ہوسکے البتہ خیر مقدمی منظوم کلام آپ کی طرف

Marfat.com

سے اس جلسہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے پڑھ کر سنایا جس کی صدارت حضرت علامہ کاشمیری صاحبؒ فرما رہے تھے۔

و هو هذا:

مر حبا ای مورد لطف حمید . حبذا ای مهبط فضل مجید
مر حبا ای آفتاب علم حق .. ازهمه پیشینیاں بردی سبق
التنزه عن کدورات البشر -- یا فتیٰ فی الارث من خیر البشر
انور ازنور تو اجرام فلک .. خوشه چیں ازخرمنت جمله ملک
کُل شَیْءٍ مِنْ ضِیَاءِکَ مُسْتَنِیْرٌ . هست نورت در تفضل بے نظیر
زانکه بحر قلب تو ای محترم ...از حدیث سرور عالم همم
دم بدم موجے زند برهم زند ... تخم شرك وبیخ طغیاں بر کند
شد منور خطه هندوستان .... از علو مت ای حکیم رازداں
شکر منعم حمد آں رب قدی ... زادفی التو قیر گجرات حقیر
از قدوم میمنت ای یکه تاز .... ای فضاءِ علم حق راشهه باز
مفتخر شد دار بل جمله دیار ... حبذا ای محتشم عالی وقار
ایها النظار قدحصل الضعیٰ ....من رای قمرا منیرا فی الدجی
نیست کم ایں شهه والا همم... در شب ظلمت من القمر الا تم
عظموا تشریفه با لتهنیه .... وقروا تنزیله با لتکرمه
گر چه مهجورم به صورت از حضور... لیک فی المعنیٰ ضیاء گیرم زنور
مستفیضم از ضیاء آفتاب.... گر چه ذات تو تورات فی السحاب

Marfat.com

الا سلام ای ماهر اسرار دین .... الدعاء ای حامل شرع متین

ترجمہ:ا۔خوش آمدید اے لطفِ الٰہی کے جائے ورود اے خدا ِبزرگ کے فضل وکرم کی جگہ۔

۲:اے خدائی علم کے سورج آپ کا قدم سب سے آگے ہے۔

۳:بشری غلاظتوں سے پاک ہو نبی کریم ﷺ کے علم کا وارث ہو۔

۴:آسمانی دنیا تجھ سے روشن ہے تمام فرشتے آپ کے دستر خوان کے مہمان ہیں۔

۵:تمھاری روشنی سے اے انور ہر چیز روشن ہے آپ کی روشنی بلند پایہ مقام پر ہے۔

۶،۷: کیونکہ آپ کا دل حضور اکرم ﷺ کی احادیث سے ہر لمحہ پر ہے اور شرک وسرکشی کی بیخ کنی کر رہا ہے۔

۸:آپ کے علوم سے اے راز دار دانا پورے ہندستان کو روشنی ملی۔

۹:اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گجرات کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔

۱۰،۱۱:اے باوقار اور مکرم آپ کی آمد سے تمام شہری فخر محسوس کر رہے ہیں۔

۱۲:دیکھنے والو دوپہر کا وقت ہے اندھیری رات کو چاند روشن ہو گیا۔

۱۳:یہ بلند مقام سید ہے جو چودھویں رات کے چاند سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

۱۴:تمام لوگ خوش آمدید کہو آپ کی آمد پر آپ کا احترام بجالاؤ۔

۱۵:میں ظاہری طور پر دور ہوں درحقیقت آپ سے فیض یاب ہو رہا ہوں۔

۱۶:روشن سورج سے فیض پا رہا ہوں اگرچہ آپ کو میری نظر نہیں دیکھ رہی۔

۱۷:اے اسرارِ الٰہی کے واقف آپ پر سلام ہو اے شریعتِ حقہ کے علم بردار آپ کے

لئے دعائے صحت اور فلاح ہو۔

فارسی، عربی الفاظ کا ایک ساتھ استعمال پھر فرطِ جذبات کے ماتحت ان کا صدور حضرتؒ کی فراخ دلی اور وسعتِ نظر کا عکس ہے۔ راقم کے والدِ محترم جب اس کائناتِ ارضی سے تشریف لے گئے تو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے ۱۹۵۷ء کی ڈائری میں بدیں الفاظ تذکرہ کیا۔

تاریخ وفات محترم مولوی حکیم خلیل الرحمان صاحبؒ مرحوم آف نوشہرہ طبع زاد منشی برکت علی شہید صاحب

منکر نکیر دیکھتے ہی چہرہ خلیل

فوراً یہ بول اٹھے یہ ہے 'بندہ غفور'

جب راقم حاضر ہوا تو مجھے درج ذیل اشعار دیئے:

خلیلے خوش بیاں شیریں مقالے... زدرد اندروں آشفتہ حالے

بہ سوزوشوق بُد مرد مجاھد... بہ ساز وذوق بُد صاحبِ جمالے

پئے تعلیم و تہذیب بلیداں..... معلم ھم مہذب باجلالے

نصاب سہل آساں وضع فرمود... مہیا ساخت طرح بے مثالے

برائے تشنگانِ سرِ حکمت ... نگاہ و حرفِ اوآب زلالے

یکایک رخت ازیں دنیاء دوں بست .. بہ عزمِ سیر ملکِ لا زوالے

شعروسخن کی نزاکت، حقانیت اور اسکی لازوال تاثیر سے آپ آشنا تھے۔ بقدرِ ضرورت سخن گوئی بھی ہوئی مگر طبعیت کا سراسر میلان اس طرف نہ ہوسکا۔ شعر گوئی بہت نادر مواقع پر ممکن ہوسکی۔ سوز وگداز کے جس بحرِ بے کراں میں آپ نے پوری

زندگی بسر کردی ان مشاغل کا وجود وہاں ممکن بھی نہ تھا البتہ سخن فہمی کا دلچسپ مذاق برقرار رہا۔ اور ہزاروں فارسی، عربی اشعار جناب رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ میں محفوظ رہے جن کے شواہد حضرتؒ کی سالانہ ڈائریوں میں موجود ہیں۔ اکثر یہ بھی مشاہدہ میں ہے کہ شدت تاثر سے آپ جب نوازے گئے تو اس کا اظہار فارسی اشعار سے ہوتا رہا۔ جس نے قاری میں سوز و گداز پیدا کیا اور تاثرات لازوال موتیوں میں منظوم ہو گئے۔ آپ دس اکتوبر ۱۹۲۹ء کو حضرت سلطان الھند خواجہ اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ حضرت سلطان الھند کی توجہ سے کاسہء دل لبریز ہو گیا اس بے خودی میں درج ذیل اشعار حضور کے سامنے پیش کیے اور ساتھ ہی توجہ کے کرم کا بھی اقرار فرمایا:۔

درحق حضرت سلطان الھند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ گفتہ شد

عجب مردِ مجاھد راستبازے | بدار الحرب ھندوستاں عطا شد

بہ نور پاک آں مہر منور | زسیمائے جہاں ظلمت ربا شد

زتعلیم مقدس آں یگانہ | پئے روحانیاں اعلیٰ غذا شد

بہ تبلیغ رسالت گام برداشت | صنم بشکست ھر سو لا الہ شد

ز استثنائے الا اللہ رقم زد | بہ قلب صلب بس معجز نما شد

پئے احیاء احکام نبوت | زخارستان باطل خس ربا شد

زملفوظات آں بدر ولائت | بکفرستان ھندوستان ضیا شد

بہ جدوجہد آں فرد مکمل | برائے گمرھاں شمع ھدی شد

نیاز و ناز او کیفیتے درشت | بہ بحر عشق حقانی فنا شد

معینے آنکہ دیں مصطفی را | عیاں فرمودہ زاں فرخ ھما شد

Marfat.com

به تجدید شریعت هم طریقت　　قدم بسپرد و گوهر بے بہا شد
سرور هر دو عالم در حضورش　　فیا بشریٰ لمن یرجو لقا شد
کمینه ،عاجزو عاصی ذلیلے　　بدرگاهت شہا مدحت سرا شد
به امید عطای شاه خوباں　　گدائے بے نوائے با نواشد

ابیات تعزیت بموقع وفات حسرت آیات مہر نور احمد صاحب مرحوم (قائدِ ڈیرہ)

دریغا حامل تخت حضور.. یک به یک از ماچساں گشته نفور
بے عدیل و بے نظیر و نامور. قدوئه اصحاب قاضی خوش سیر
بر طریق مستوی اندر حیات .. جاده پیما گشت تا حین ممات
از نکات فکر لبریزش لساں ..!.. در سیاسیات کونی رازداں
نیک پیمودوه ره صدق و صفا.. خوش خراما رفت در دارالبقاء

به صورت مکرم محترم سید عبد الحکیم صاحب اشراقی سیالکوٹی

مرحبا ای بلبل باغ اواں　　حبذا ای عندلیب خوش بیان
از نوازش هائے آں سلطان جاں-　　واز عنائتہائے محمود الزماں
شمع روشن از علم افروختی　　حظِ وافر از عمل اندوختی
از ضمیر پاك آں نعم العبید　　یا فتی پر تو ز اسرار مجید
ازتوجه پاك آں فرخ نہاد　　راز هائے معرفت بر تو کشاد
جاده پیما شو بمیدان عمل　　وا رهاں عبادرا از غش وغل
سرآں سلطان محمودؒ البیاں　　از لب معجز نما را کن عیاں
جاوداں نصرت الٰہی از سما　　دم بدم آید برت ای خوش لقاء

Marfat.com

اشعار تعزیت بر موقع انتقال پرملال حضرت مولانا مولوی عبدالقادر (لاہور)

یکہ تاز عرصہ تسلیم وشہباز رضا
جوھر عین حقیقت در مکنون بے بہا
گوھر بحر لطافت کوکب برج شرف
مھبط الطاف حق ومورد فیض خدا
زیب اورنگ شرافت معدن سر لطیف
ماھر علم الٰہی مصدر انعامھا
تکریم در بر تاج سلطان به سر
زینت بزم آوانی صدر ارباب ھدیٰ
وا دریغا حسرتا از ما برفت
گشت روکش از فنا پیوست با داربقا

باب ششم

مکتوبات

Marfat.com

باب ششم

مکتوبات

تعارف

قرآن کریم اپنے الفاظ کائنات کے روبرو رکھ دیتا ہے اس کے مقابل کلام انسانی کو دعوتِ مبارزت دیتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مبارزت کا نتیجہ عملی تقابل سے قبل ہی سنا دیتا ہے۔ جس میں انتہائی دباؤ اور سخت تاکید سے کہتا ہے ''یہ تقابل کلامِ الٰہی و کلام انسانی کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی تا قیامت ہزار ہا سالوں کی مسافت کے بعد اس تقابل کا امکان ہے''

اس سارے بیان سے مراد ''اعجاز قرآن'' کا زندہ و پائندہ ثبوت پیش کرنا ہے۔ اعجاز قرآن پر انتہائی بلند پایہ شخصیات نے روشنی ڈالی ہے۔ جن پر یقین کر لینا یقینی اور حتمی ہے۔ اعجاز کے متعلقہ آراء کو احاطہ نہیں کیا جا سکا۔ راقم کی ناقص رائے میں ان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کلام زبانی میں تمام تر صفات رحمانیہ کا ظہور ہے۔ جو اپنی ہمہ گیری اور وسعت و عظمت میں بے مثال ہیں۔ چونکہ آیات میں صفات الٰہیہ کا ظہور ہے لہٰذا آیات اپنی عظمت و وسعت میں بے مثال ہیں۔ جن کا پایا جانا انسانی کلام و بیان میں ناممکن ہے۔ وجہ صفات انسانی کا صفات رحمانی کے سامنے کوئی وجود نہیں ہے۔

سایہ و عاشقی بر آفتاب　　شمس آید سایہِ لا گردد شتاب

ادھر کلام صوفیا بھی قلبی تاثرات کا عکس ہے۔ اگر صاحبزادہ صاحب مرحوم کے مکاتیب کو عکوس قلبیہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مکتوب الیہ انکی نگاہ میں بات کر رہا ہے اور اپنا جواب پا رہا ہے۔ کلام میں تصنع نہیں عربی تراکیب سے مرصع ہے۔ ''اِذَا كَلْمَةٌ خَرَجَتْ مِنَ الْقَلْبِ دَخَلَتْ فِيْ الْقَلْبِ'' والا منظر ہے جو چیز وجدان میں آجائے اس کو بیان کرنا یا اسکی تشریح کرنا بے مزہ سی بات ہے۔ بعض مکتوب الیھم کو راقم ذاتی طور پر جانتا نہیں۔ مقصود مکتوبات کی افادیت ہے نہ کہ زوائد وحواشی کا کھوج لگانا۔ اس لئے وہ خط بھی لکھ دیے ہیں جن مکتوب الیھم سے بندہ ناواقف ہے۔

بسمِ اللہ الرحمنِ الرَّحیم

چوہدری یوسف صاحب ریٹائرڈ پولیس آفیسر تھے۔ مہاجر تھے اور تاندلیانوالہ میں رہائش پذیر۔ گاہ بگاہ تشریف لاتے۔ اور خصوصی طور پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی محفل میں تنہا بیٹھتے۔ دوسرے احباب کو حضرت فارغ کر دیتے۔ حضرت کے ساتھ جو ان کا کلام تھا وہ ہم لوگ نہیں سن پائے۔ ان کے پاس یک صد سے زیادہ خطوط تھے۔ راقم تاندلیانوالہ میں جا کر منتخب کر لایا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب جواب نویسی کو حقوق العباد کا جزو سمجھتے تھے۔ خط آنے پر مقررہ مدت میں جواب لکھ کر بھیج دیتے۔ اور اگر چند موانعات کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تو لازماً معذرت فرماتے بلکہ موانعات کا بھی قدرے تذکرہ فرما دیتے۔

چونکہ حضرت کا سالہا سال کا مطالعہ عربی، فارسی کتب پر محیط تھا۔ کم از کم راقم نے اردو کتاب پڑھتے نہیں دیکھا۔ اگر ایسا ہوا تو کم یاد پڑتا ہے خطوط میں عربی فارسی

Marfat.com

الفاظ کا بے تکلف استعمال ہوا ہے۔ مگر جدت اور بلاغت کے ساتھ خطوط میں اکثر مصیبت زدہ قلوب کو صبر وشکر کا درس دیا جاتا۔ دلی تاثرات کی بات چھیڑ لی جاتی۔ بہر حال چند خطوط پڑھنے سے قاری کو پتہ چل جائے گا کہ ان میں کون کون سی خوبیاں اور رعنایاں ہیں۔

(راقم کے والد محترم حکیم محمد خلیل الرحمان مرحومؒ کی طرف خط)

ا۔ ۷۸۶

سول لائن گجرات

۴۹۔۳۔۲ گنجینہ علم وحکمت حضرت حکیم صاحب دائما برمقام خلت فائز باشد

بعد از سلام مسنون السلام گزارش ہے کہ کرامت نامہ آں سحاب مکرمت موجب فخر وعزت ہوا۔ جزا کُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ مگر اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے اسکی حقیقت میرے لئے معمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بنابریں تحریر جواب باصواب میری قدرت سے بالاتر ہے۔ محض اسکی رسید پر اکتفاء کرتے ہوئے آں مکرم کی خدمت میں استدعا کرتا ہوں کہ کافیہ میرے لئے کفایت نہیں کرسکتا۔ بلکہ شرح جامی مجھے عنایت ہو۔

زیادہ خیریت والسلام خیر الختام

طالب دعا ودعا گو احقر

محبوب عالم عَفَا اللّٰهُ عَنْ ذُنُوْبِهٖ

سلام مع الاکرام مقرون بدعائے حصول مرام وثبات برجادہ حقہ اسلام

Marfat.com

۲۔ گجرات

۱۰۔۱۲۔۶۲ هُوَالرَّحْمٰنُ وَ هُوَالْمُسْتَعَانُ

عزیز القدر ملک محمد ظہور سَلَّمَهُ اللّٰهُ الْغَفُوْرُ.

سلام مسنون بدعاہا مقرون۔ آں عزیز کا محبت نامہ محررہ 7/11/62 کا آج جواب لکھ رہا ہوں۔ تاخیر تحریر جواب سے آپ کو جس زحمتِ انتظار سے دوچار ہونا پڑا اس کا مجھے افسوس ہے۔ جسمانی عوارض کا عرصہ سے تختہ مشق ہوں اور موسم سرما کی وجہ سے ان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہنگامی امراض بھی گاہ بگاہ حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ نیز قلیل الفرصتی سے بھی عموماً دوچار رہتا ہوں۔

یہ ہیں راقم کی مجبوریاں:

نمبر۱: اوراد و وظائف تفصیل معلوم ہوگئی ہے۔ یہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ان میں خلوص کی دعائیں کرتا ہوں۔

نمبر۲: خواب بیان کرنا موزوں نہ تھا۔ آئندہ احتیاط رہے ونگ کمانڈر صاحب کو مقرون بہ شکریہ وعلیکم السلام کہہ دیں۔ انکی دینی و دنیوی بہبودی کیلئے دعائیں کرتا ہوں۔ حضرت قدس سرہ کے حالات کے مسودہ میں کس قدر کمی ہے۔ اسکی تلافی انشاءاللہ جلدی کر کے مطبع میں لے جایا جائیگا۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔ مظہر، بابا ہاشم علی صاحبان اور دیگر حاضرین کی طرف سے سلام مسنون۔

دعاءگو احقر

محبوب عالم عفی عنہ

Marfat.com

۳۔ گجرات

۶۲۔۰۱۔۲۶ هُوَالْمُسْتَعَانُ وَ عَلَيْهِ التُکلَانُ

شرف اخوت محترم مکرم جناب مولوی صاحب۔ زاد مجدکم

سلام مسنون بدعاہا مقرون۔ مزاج والاکل کی ڈاک میں گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ الحمدللہ کہ آپ بخیریت تمام ڈہاکہ پہنچ گئے ہیں۔ گواضطراراً کراچی پہنچ کر جانے کا موقع ملا۔ عزیز خواجہ شریف صاحب میانی والا کی شدید علالت کی خبر موجب فکر ہے۔ خداوندکریم انہیں صحت مرحمت کریں۔ مگر ضیق النفس کے مریض کی جان علی العموم خطرہ میں ہوتی ہے۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

باوجود جسمانی عوارض کے دل میں امر معلومہ (ج) کیلئے جذب اور کشش موجود ہے۔ خدا کرے کہ فوز مرام کا موقع ملے (آمین)

نمبر۱: سیاحت کرتے ہوئے جانے اور آنے کے مصارف کا تخمینہ

نمبر۲: ایام سفر جانے اور آنے کے مصارف کا تخمینہ براہ عنایت تحریر کریں۔ مگر مندرجہ ذیل ایڈریس پر۔ محبوب عالم معرفت مولوی ریاض احمد صاحب ٹیچر میاں ریاض الدین ہائی سکول مدینہ براہ گجرات۔ ضلع گجرات۔ کیونکہ کچھ وقت معاملہ ھذا کو معرض خفا میں رکھنا ضروری ہے۔ ہاں بہ طریق سابق جو خطوط آپ مجھے لکھیں ان میں بھی کوئی اشارہ تک نہ ہو۔ یعنی معاملاتی خطوط یا متعلق بخریت طرفین، والسلام۔ دعاگو

احقر محبوب عالم عفی عنہ

Marfat.com

۴۔ گجرات

۶۴-۰۶-۱۱

هُوَالْمُعِیْنُ وَ بِهٖ نَسْتَعِیْنُ فِیْ جَمِیْعِ مُهِمَّاتِ الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ

عزیزم ملک صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون بہ دعا ہا مقرون۔ ملفوف مرسلہ ملا۔ اسکے مطالعہ سے تشویش ہوئی۔ بارگاہ شافی میں آپ کی صحت وسلامتی کی دعا کرتا ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس مادی کائنات میں خیر وشر کا علی التبادل دورہ ابتدائے آفرینش سے ہی جاری ہے۔ مگر مقدم الذکر کی نرم رفتاری جہاں مسلم ہے وہاں موخر الذکر کی تیز رفتاری بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور اس تیزی کی وجہ سے انسان میں سرکشی، تمرد، بے راہروی، خطاکاری کا پیدا ہونا لازمی ہوتا ہے اور اس سے عبد اپنے معبود برحق سے زائد از زائد دوری کے چکر میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ جس سے نکلنا از بس مشکل ہوتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اگر خطا مجسم انسان بارگاہ غفاری میں استغفار کرے اور توفیق توبہ کی اس بارگاہ عالی سے استدعا کرے۔ تو رحمت الٰہی اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ''یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا''

باقی رہا موت کا ڈر تو وہ قدرتی امور میں سے ہے کیونکہ یہاں کے مادی تعلقات میں جب غلو آ جائے اور وہ نقطہ اعتدال سے متجاوز ہو جائیں تو انکی مفارقت

Marfat.com

نا گوار معلوم ہوتی ہے اور یہ نتیجہ ہوتا ہے آمد موت بلکہ اسکے تصور کا ''رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار۔ طبیعت کو مضبوط رکھیں طبیب یا ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اعتماد خدائے قدیر حکیم شافی کی ذات پر رکھیں۔

اوراد و وظائف کو فی الوقت ترک کردیں یا بہت ہی کم کردیں۔ تکلیف اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں محسوس ہو تو بیٹھ کر ادا کرتے جائیں۔ دعا پر خط ہذا کو ختم کرتا ہوں۔ بوجہ کمی بصارت کے ٹھیک لکھا بھی نہیں جاتا۔

مظہر، بابا ہاشم علی و دیگر حاضرین کیطرف سے سلام مسنون

دعا گو احقر محبوب عالم عفی عنہ

۵۔ گجرات (راقم کی طرف خط)

۶۴-۶-۶ عزیزم زادہ اللہ علماً و عملاً

سلام مسنون اور سلام مقرون بہ دعائے حصول مرام

راحت نامہ ملا۔ پُر از خلوص جذباتِ محبت کا بہت بہت شکریہ حماک اللہ عن شر النوائب۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً

نوع انسانی کی فطرت میں قدرت نے دو ایسے عطیے (دل۔ دماغ) ودیعت کئے ہوئے ہیں بشرطیکہ ان سے منشاء خاطر کے مطابق کام لیا جائے۔ جو اسکی شرافت و کرامت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ والا صحیفہ فطرت (قرآن کریم) کی مندرجہ ذیل آیت ''اُوْلٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَزَلُّ'' نے اس کی ذلیل ترین حیوانیت پر مہر

توثیق ثبت کردی ہے۔ اعاذنا اللہ عنہٗ مرحوم شہید صاحب بہت ہی خوش قسمت تھے۔
جنہوں نے حسبِ استطاعت مذکورہ بالا ہر نعمت سے استفادہ کر کے اپنے آپ کو افادی
حیثیت سے پیش کیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

راقم الحروف کا حال آنعزیز کے تصوراتی کوائف سے مختلف نہیں ہے۔

والسلام دعا گو

محبوب عالم عفی عنہ

۶۔ (بیگم میاں عبدالباری علیگ کی طرف)

ھوالمستعان

کوٹھی نمبر 2/2 سول لائن گجرات (پاکستان) ۱۶۔۶۔۴۹

محترمہ مکرمہ زادعزتھا ودام سترہا

السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته ۔ مزاج گرامی ۔ والا نامہ محررہ 29/5/49 بڑی دیر کے بعد شرف صدور لایا۔ آپکی صحت وعافیت معلوم کر کے تسکین ہوئی۔ الحمدللہ عزیز معین الدین سلمہ امتحان سے فارغ ہو چکا ہوگا۔ خدا کرے کہ عزیز ممدوح کی محنت نتیجہ خیز ثابت ہو اور اس کے کردار سے خاندان کا نام روشن رہے۔ آمین۔

برادرم میاں عبدالباری صاحب نے اپنی ذمہ داری سے متعلق عزم راسخ اور استقلال کا جو شاندار مظاہرہ کیا ہے وہ قابل صد ہزار ستائش و تحسین ہے۔ اللھم زدفزد

Marfat.com

مسلمان اگر حق پر نہ اڑے تو یقیناً وہ فلاح دارین کی دولت سے مالا مال نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے کہ ان کا ایمان مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ اور ان کے ہر کام میں للّٰہیت کی جھلک زیادہ سے زیادہ نمایاں رہے۔ آمین۔ آدمی بھیج کر آپ کے ہاں سے اشیاء منگوانے کے بارے میں عرض ہے کہ اول تو وہاں ایسے بہت مستحق افراد موجود ہونگے جو کہ پوری طرح اس بات کے اہل ہیں۔ معہودہ چیزیں ان پر صرف کر دی جائیں۔

۷۔ ۸۶ ؁

از آوان

۴۵-۴-۱ سُبْحَانَہ وَ تَعَالیٰ عَماَّ یُشْرِ کُوْنَ

بحضرت مخدومنا المعظم مدظلکم علی رؤس الخادمین (آمین)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ فتح الملہم کا پارسل پانچ بجے موصول ہو چکا ہے۔ چونکہ مجھے آخویم مکرم نواب معشوق یار جنگ کے گرامی نامے کا انتظار تھا اس لئے عریضہ تحریر خدمت نہ کر سکا۔ کل نواب صاحب ممدوح نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ آں مکرم نے کتاب مذکورہ گراں قدر نسخہ بطور عطیہ زحمت فرمایا ہے۔ جَزَا کُمُ اللّٰہُ عَنیِّ وَ عَنْ جَمِیْعِ الْمُسْتَفِیْضِیْنَ ۔ جناب والا اگر یہ جواہر پارے رائج الوقت قیمت پر مجھے دستیاب ہو جاتے تو میں اسے امانت کرنے والے صاحب کی بہت ہی بڑی مہربانی یقین کرتا۔

نیز رائج الوقت قیمت کا لفظ سہو قلم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے بعد از معذرت

Marfat.com

گزارش کرتا ہوں کہ ایسی گراں مایہ دستاویز جس قیمت پر بھی مل سکے مشتاقِ سیرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے: **جمادے چند دادم جاں خریدم** کی پوری پوری مصداق ہے۔ اسلامی سوادِ اعظم پر جناب کا یہ عظیم الشان احسان تا دورِ قیامت الباقیات الصالحات کی مکمل صورت میں بغور یادگار قائم رہے گا۔ بالخصوص ایسے پر آشوب زمانہ میں جب کہ شاہبازانِ فضاء علم نے رفعت دین قیم سے مونہہ موڑ کر انڈین نیشنل منفی سیاست کی بے معنی بلکہ تباہ کن وادی کو ذہنی جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ آپ کا معاصرین کے سوادِ اعظم سے کنارہ کش ہو کر اسلاف کرام کی سنت کو تازہ کرنا بظاہر بڑا ہی اس دورِ ابتلاء میں حیران کن طرزِ عمل ہے۔ الٰہی تا جہاں باشد تو باشی۔ (آمین)۔ اس میں شبہ نہیں کہ منافع متنوعہ کی جاذبیت میں وہ بے پناہ کہربائی طاقت اور مقناطیسی قوت موجود ہے کہ جس کے سامنے کوہِ وقار و متانت کی مجسم ہستیاں ہر زمانہ میں علی العموم سرنگوں ہوتی رہیں۔ مگر قدرت نے اپنے مقدس دستور العمل کی تشریح و توضیح اور نشر و اشاعت کیلئے بعض افرادِ ملت کے قلب و دماغ کو اندھا دھند منفعت کی مسموم فضاء سے معجزانہ طریق پر محفوظ رکھا۔ ذلک فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

ہدیہ بلکہ عطیہ کا معاوضہ بجز ہدیہ تشکر و امتنان و دعائے خیر بارگاہ رب منان اس ہیچ مدان کے تاب و تواں سے بالاتر ہے۔ مگر آئندہ کیلئے راقم الحروف کو خادم مخلص تصور فرما کر خدمت لائقہ نے یاد فرماتے رہنا میرے لئے مزید شکریہ کا موجب ہوگا۔

Marfat.com

۸۔ ۷۸۶

ازاعوان ۴ اشوال المکرّم ۱۳۶۳ھ

سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون

قدوۂ ارباب علم زین اصحاب حکم حضرت مولانا المکرّم زادمجدکم

وعلیکم السلام ورحمتہ و برکاتہ۔ مزاج شریف گرامی نامہ مقرون برسیدات مبلغات شرف صدور لاکر موجب شکریہ احقر ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء.

الحمدللہ کہ آپ بفضلہِ تعالیٰ بعافیت ہیں۔

مجھے یہ حادثہ فاجعہ معلوم کر کے بہت ہی قلق ہوا کہ آپ ایک سرتاپا عمل و خلوص مجسم ہستی کی رفاقت ظاہری سے محروم کردیے گئے ہیں۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) بے شک کائنات کا ذرہ ذرہ تلاطم امواج فنا سے دوچار ہے اوراس سے مفر ناممکن مگر انفرادی یا اجتماعی مفاد کے پیش نظر انسان اس امر پر مجبور ہے کہ مفید ہستیوں کے افادات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوتا رہے۔ اور انکی مفارقت کو بغائت محسوس کرے۔ اس قوم کی بدبختی پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم کہ جس میں اولاً سراپا صلاحیت افراد تعدادِ قلیل میں پیدا ہوں اور ثانیاً قبل از وقت ہی رختِ سفر باندھ کر پا براہ ہو جائیں۔ ایسے گراں مایہ وجود کی گم شدگی پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے مگران کی بازیابی چونکہ ازقبیل محالات ہے۔ اس لئے حضرت مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور جملہ اعزہ احباب متعلقہ کیلئے تلقین صبر واستقامت پرتحریر ہذاکو ختم کرتا ہوں۔

والسلام دعاگو

طالب دعا احقر محبوب عالم غفراللہ من ذنوبہ الجلیٰ والخفی۔

Marfat.com

۹۔ عزیز القدر ملک صاحب سمہ اللہ تعالیٰ

سلام مسنون بدہا مقرون ۔ منعوف مرسلہ پہنچا۔ آپ کی علالت کا حال معلوم کر کے تشویش میں اضافہ ہو رہا ہے صحت و سلامتی آں عزیز کیلئے دعاؤں کی کوتاہی نہیں ہو رہی۔ مگر حکیم مطلق کی کون سی حکمت اس میں مستور ہے کہ شفاء کا مرحلہ تا حال قریب نہیں آ رہا۔ بہر حال دعاء کا سلسلہ ایسا نہیں ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے اور اگر نہ ہو سکیں تو کوئی حرج نہیں۔ استحبابی امور ہیں۔ تکلیف کے موقع پر کئی ایک فرائض بھی معرض تاخیر میں آ سکتے ہیں۔ "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَا حْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ"، مظہر بابا علی اور دیگر حاضرین کی طرف سے السلام

دعا گو احقر

محبوب عالم عفی عنہ

۱۰۔ سلام مسنون بدعا ہا مقرون

عزیز محترم سید نور محمد شاہ صاحب کی بے وقت وفات کی اطلاع بذریعہ تار پہنچی۔ جس سے ہم سب کو بے حد قلق و رنج ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. عزیز مرحوم کا 24/1/56 کو لکھا ہوا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے۔ کیا معلوم تھا کہ وہ اس قدر عجلت سے رختِ سفر باندھ رہے ہیں اور سفر بھی وہ جس کے مسافروں کیلئے باز گشت کا ذرہ بھر بھی امکان نہیں اور نہ ہی مسکان کرہ ارض بوجہ کثافت مادیت من سے مراسم اور روابطہ پیدا کر سکتے ہیں مگر سنت اور چونکہ تحقیق نوع انسانی کے آغاز سے اسی

Marfat.com

پہنچ میں جاری ہے اس لئے کرہا(بہ انشاء اعاظم واکابر) ہر زخم خورہ فرد کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ بوجہ فرما غم اس وقت زیادہ لکھنے کی ہمت نہیں۔ لہٰذا عزیز محترم مرحوم کی دعائے مغفرت کیلئے اور آپ سب کیلئے صبر واستقامت کی استدعا پر ختم کرتا ہوں۔اور سلام دعا گو احقر محبوب عالم عفی عنہ۔

Marfat.com

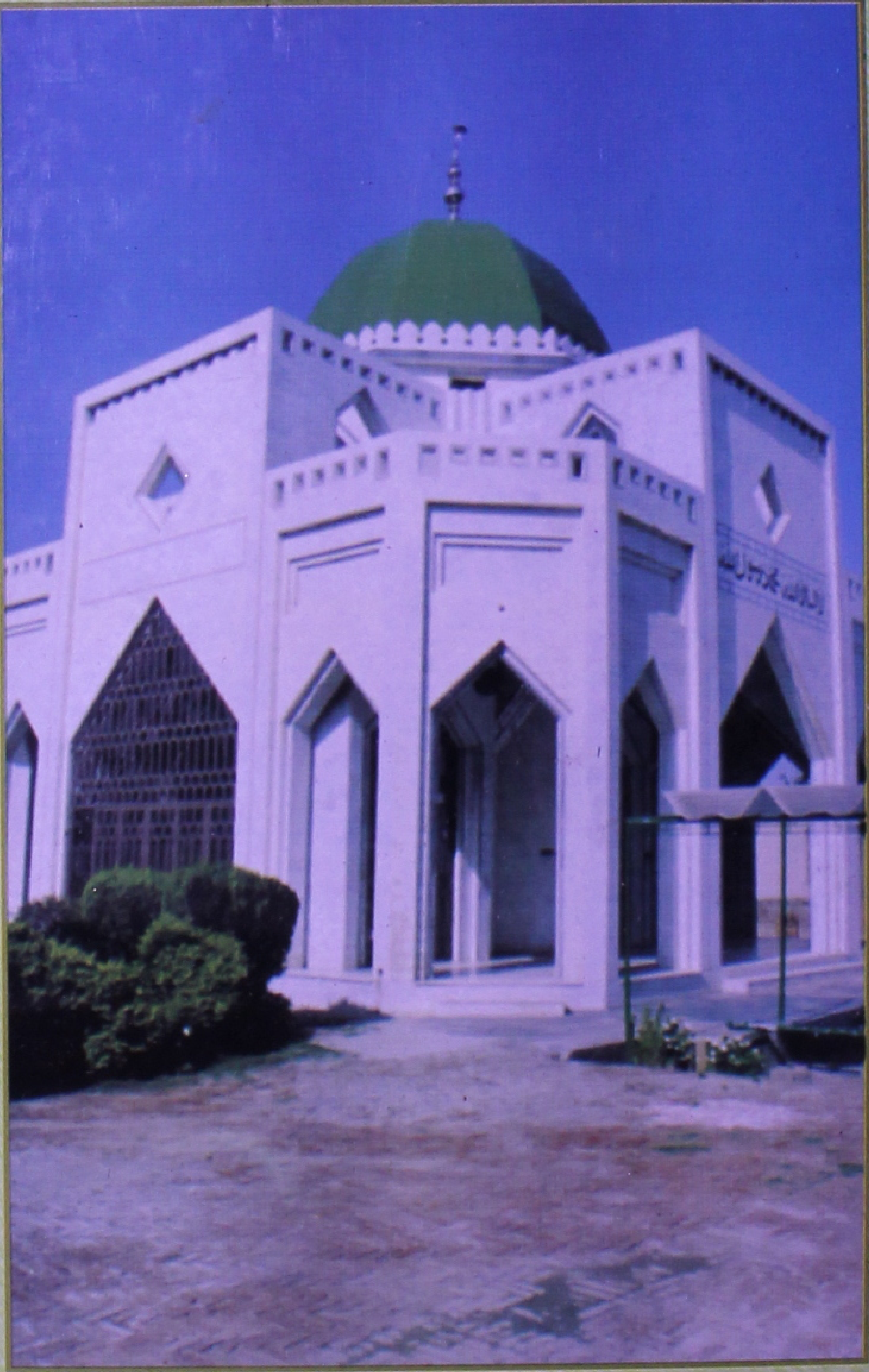

ملنے کا پتہ قاضی عبدالرحمٰن ۔ دربار شریف مہمدہ (گجرات)

قیمت 200.00

کمپوزنگ: مغفور الحسنین گیلانی/0300-6242136

Marfat.com